مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ نقوش اسلام

Issue.No.11 | جنوری ۲۰۰۷ء (January,2007) ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ | VOL.No.1

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

- مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
- مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
- مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
- مولانا محمد صالح جی
- مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا حافظ محمد ایوب کاڑوا
- الحاج موسیٰ بھائی درسوت
- مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

- مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- مولانا محمد عمر قاسمی
- مولانا محمد ساجد عزیزی قاسمی
- مولانا محمد نظام الدین ندوی

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

سب ایڈیٹر: محمد ارشد فیضی 9758636871

مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

نقوش اسلام، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ .... ۱۰ روپے
سالانہ .... ۱۰۰ روپے
خصوصی .... ۳۰۰۰ روپے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۲۰ ڈالر

PRINTED PUBLISHED AND OWNED BY MOHD.MASOOD AZIZI NADWI
PRINTED AT UNION PRESS DEOBAND AND PUBLISHED AT MUZAFFARABAD SRE
EDITOR:MOHD. MASOOD AZIZI NADWI

npage24\A017 not found. Border\BISMIL01\001. not found. npage24\A017 not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
مدرسہ بورڈ امیدیں، اندیشے، مشورے	محمد مسعود عزیزی ندوی	
اصلاحیات		۶
دنیا آپ کے لیے پیدا کی گئی	مولانا عبداللہ حسنی ندوی	
محاسن اسلام		۱۳
اسلام کا عائلی نظام	مولانا وقار علی نالندوی	
اسلوب دعوت		۱۶
دعوت کے کچھ اہم اصول	مولانا محمد سرور فاروقی	
فلکیات		۲۲
اسلامی دنیا کی رصدگاہیں	محمد زکریا ورک	
مکتوبات اکابر		۲۵
مکتوبات فدائے ملت حضرت مدنیؒ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
پیغام عمل		۲۷
امن عالم اور اسلام	مولانا خالد زاہد ندوی	
آئین ہند		۳۰
ہندوستان کا دستور	محمد ارشد فیضی	
مثالی استغناء		۳۳
حضرت تھانویؒ کا استغناء	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
صدائے دل		۳۴
کچھ تلخ حقائق اور احساس............	مولانا رحمت اللہ نیپالی	
دعوت فکر		۴۱
دینی مدارس میں سائنسی علوم......	مولانا محمد نظام الدین ندوی	
تجزیہ		۴۳
حساب کا دن اور اس کے نام	مولانا محمد عمر مجاہد پوری	
تبصرے		۴۷
نئی کتابوں پر تبصرہ	مولانا محمد نظام الدین ندوی	
حالات حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں..................	حافظ عبدالستار عزیزی	

قوموں کے زندہ رہنے کے لیے

صحیح علم، اس کا فروغ، صحیح نظام تعلیم، کسی بھی قوم کے زندہ رہنے کے لیے وہی حیثیت رکھتا ہے جو جسم انسان میں خون کی ہے، اگر جسم انسانی کا خون فاسد ہو یا اس کی گردش کا نظام فاسد ہو تو زندہ رہنا مشکل ہے، مغربی مؤرخین گبن سے لے کر مائیکل گرانٹ اور جونز تک متفق ہیں کہ مملکت روما کے زوال میں ناقص نظام تعلیم، علوم سے بے اعتنائی اور شوق خطابت کے غلبہ کو دخل تھا، الفاظ کے حسن و زیبائش نے علم کو چھپا لیا تھا، تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ روم میں عقل و دانش کی کمی نہیں تھی وہ اپنے لیے فوری مسائل کا حل تلاش کر لیتے تھے، مگر قوموں کے زندہ رہنے کے لیے فوری مسائل کا حل کرنا ہی کافی نہیں ہوتا؛ بلکہ پوری قوم کے مزاج میں عقل و فراست، علم و عمل کا توازن ہونا چاہئے، اہل فکر و دانش کی نظر دوربیں ہونی چاہئے، اس کے پاس صحیح علوم کا خزانہ بھی ہو اور ساتھ ہی علوم کی تقسیم اور حسب مراتب ان میں توازن بھی قائم ہو اور نظام تعلیم نقص سے پاک ہو، یہ وہ عوامل ہیں جو کسی قوم کے عروج کی ضمانت ہیں۔ (خبرنامہ، کٹولی لکھنؤ)

E.mail:masood_azizi@rediffmail.com --------- nuqooshe_islam@yahoo.com

پرنٹر پبلیشر محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائیننگ: حمید اللہ قاسمی رابطہ کے لیے 9719639955 ☆ عزیزی کمپیوٹر سنٹر، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

اداریہ

مدرسہ بورڈ

امیدیں، اندیشے اور مشورے

محمد مسعود عزیزی ندوی

اس بات سے سبھی اہل دانش وخرد واقف ہیں کہ اگر فرعون کوئی مدرسہ یا اسکول وکالج قائم کردیتا اور بنی اسرائیل یا نسل انسانی کی تعلیم کا بندوبست کردیتا، تو اس کو ہزاروں، لاکھوں بچوں کو تہ تیغ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی؛ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کے بعد جتنے بھی فرعون آئے، انہوں نے اس نکتہ کو نہ صرف سمجھا، بلکہ انھوں نے قوموں کے دھارے کو بدلنے کے لیے نت نئے طریقے ایجاد کئے اور ان میں سب سے اولیت تعلیم اور مدرسہ والے طریقے کو ملی اور اس کا انسانی تاریخ میں تجربہ واعتراف کیا گیا، امت مسلمہ جس کی ابتدا ہی تعلیم کے ذریعے ہوئی، اس نے بھی روز آفرینش سے ہی اس گر کو اختیار کیا اور اس طریقے پر کاربند رہی، چنانچہ آج دنیا میں جہاں بھی اسلام کا بول بالا اور اس کا تشخص وامتیاز باقی ہے، اس میں سب سے اہم رول مدارس ہی کا ہے، مدارس کا اپنا ایک مزاج اپنی ایک خصوصیت اپنا ایک تشخص اور اپنا ایک طریقۂ کار ہے، وہ اکابرین کا اختیار کردہ اور آزمودہ ہے جس کے ذریعہ انہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں، خاص طور پر برصغیر ہندوپاک میں ان کی اپنی الگ شناخت ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں؛ بلکہ ان کی افادیت واہمیت کا فراعنہ وقت، دشمنان اسلام نے خوب خوب اندازہ کرلیا ہے، چونکہ مدارس کا نظام بہت ٹھوس اور اہم ہے، اس میں دینی تعلیم کو اول اور عصری تعلیم کو ثانوی درجہ پر رکھا جاتا ہے، اور گوکہ مدارس کے قیام کے اولین مقاصد میں مذہبی تعلیم ہی بنیادی تعلیم ہوتی ہے، مگر اس کے ساتھ ہر زمانے میں علماء اسلام نے عصری اور دنیوی تعلیم کو بھی مدارس کے نصاب تعلیم میں جگہ دی ہے اور خودمختاری وآزادی سے عوام کے تعاون سے یہ دینی قلعے پروان چڑھتے رہے اور چڑھ رہے ہیں، حکومت کے کسی بھی طرح کے مالی تعاون اور مداخلت کا ان مدارس میں دخل نہیں رہا۔

لیکن آج کل ہماری حکومت نے خواہ وہ مسلمانوں کی خیرخواہی میں یا پس پردہ ان کے قدیم اسلامی تشخص کو قدغن لگانے میں یا کسی فرعون اکبر کے دباؤ میں مدرسہ بورڈ بنانے کا جو منصوبہ بنایا ہے، اس میں حکومت کی کیا پالیسی ہے، یہ تو اندر کی بات ہے، مگر اس سلسلے میں جو تفصیلات سامنے آرہی ہیں، انہوں نے اہل مدارس کے سامنے کئی اہم سوالات کھڑے کردیئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ امیدیں اور اندیشے کے عنوان سے اہل مدارس کے دو نظریات سامنے آرہے ہیں: ایک جماعت کی رائے تو یہ ہے کہ ہمارے مدارس کی تعلیم کا نظم چونکہ عصری درس گاہوں سے حد درجہ بہتر ہے اس لیے انہیں اس طرح کے اقدام یا پیش رفت کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے نزدیک مدرسہ بورڈ کے قیام کا منصوبہ تو مدارس کی روح قبض کرنے کی سازش کا ایک حصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ

یہ لوگ حکومت کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ پہلے علماء کو اعتماد میں لے، بعض مدارس اسلامیہ کے ارباب حل وعقد تو راست طور پر اس مدرسہ بورڈ کے قیام کے پس پردہ اسلام دشمن مغربی طاقتوں، فرقہ وارانہ ذہنیت اور فسطائی سازشوں کا ہاتھ مان رہے ہیں اوران کا کہنا ہے کہ تعلیم پر کسی بھی طرح کی سیاست نہیں کرنا چاہئے، بعض نے یہ اندیشہ بھی ظاہر کیا ہے کہ دینی مدارس میں سرکاری امداد کی پیش کش کے پس پردہ حکومت اور اسلام مخالف قوتوں کے مسموم اور مذموم مقاصد پوشیدہ ہیں، ورنہ کیا وجہ ہے کہ وہ حکومت وانتظامیہ جو ساٹھ برسوں میں مسلمانوں کو دلت سے بدتر بنانے کی کوشش کرتی رہی ہے، وہ یکا یک مدارس اسلامیہ کی خیر خواہ کیسے بن گئی، بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ مدارس اسلامیہ کا مقصد نہ تو دنیا کمانا ہے اور نہ ہی مدارس میں زیر تعلیم بچوں کے سامنے روزگار کا کوئی مسئلہ ہے، البتہ اسکولوں میں پڑھنے والے مسلم بچوں کا دین خطرے میں ہے، اس لیے ان کو اس صورت حال سے نکالنے کی کوشش کرنی چاہئے، بعض کی رائے یہ بھی ہے کہ حتمی طور پر مشروط اور غیر مشروط کسی بھی طرح اس سرکاری مرکزی مدرسہ بورڈ کو قبول نہیں کیا جاسکتا، چونکہ ان دونوں صورتوں میں مدارس پر خطرات کے بادل منڈلاتے رہیں گے۔

جب کہ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اس میں مسلمانوں کی خیر خواہی ہے اور سرکار کے اس اقدام سے مسلمانوں کی ترقی کے راستے کھلیں گے اور یہ اس وجہ سے کہ اس میں کوئی سرکاری مداخلت نہیں ہوگی، چونکہ اس کی باگ ڈور علماء طبقہ کے ہاتھ میں ہوگی، لہٰذا جب اس بورڈ میں مفتی علماء دانشور مدارس کے ذمہ داران ہوں گے تو پھر کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ ایسی حالت میں نہ تو حکومت مدارس میں اسلامی تعلیمات کے نصاب میں دخیل ہوسکے گی اور نہ ہی کسی مدرسہ پر اس سے الحاق کرنے پر جبر کیا جاسکے گا، مدرسہ بورڈ کے حامیوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ مدارس میں ملازمین، اساتذہ اور طلبہ کے ہورہے استحصال کاری کے خاتمہ کے لیے مرکزی مدرسہ بورڈ ضروری ہے، اور بورڈ کے قیام کا ایک مقصد مدارس کے نصاب میں یکسانیت لانا بھی ہے، اس لیے مجوزہ بورڈ ہی نصاب طے کرے گا، بعض لوگ کانگریس کی مخالفت کے سبب دوسری سیاسی جماعتوں کو فائدہ پہونچانے کے لیے بھی اس بورڈ کی مخالفت کررہے ہیں، بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ بورڈ بلاشبہ مشروط ہوگا، اس لیے اس کی کوئی مضرت نظر نہیں آتی، بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر اس وقت علماء نے یا مسلمانوں نے اس موقع کو گنوادیا تو پھر کبھی ایسا موقع نہیں ملے گا، غرضیکہ علماء اور دانشور طبقہ میں یہ اور اس طرح کی باتیں ہورہی ہیں، بلکہ جتنے منھ اتنی باتیں سامنے آرہی ہیں، لیکن قطع نظر ان دونوں نظریوں کے ہمارے لیے سنجیدگی سے سوچنے کا مقام یہ بھی ہے کہ ہمارے ملک کو آزادی حاصل ہوئے تقریباً ساٹھ سال ہورہے ہیں، اس ساٹھ سالہ عرصے میں مسلمانوں کو تعلیمی میدان میں سرکاری عہدوں وریاستی ملازمتوں کے میدان میں، جیلوں میں، عدالتوں میں جو تناسب حاصل ہوا وہ جسٹس راجندر سچر کمیٹی کی رپورٹ سے مترشح ہے، اس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ ان کو کیسے منصوبہ بند طریقے سے دلت بنانے اور ہر طرح کے حقوق سے محروم کرنے کی سازشیں کی گئی ہیں، پھر اچانک موجودہ حکومت جس کو سب سے زیادہ دنوں تک ملک میں راج کرنے کا موقع ملا ہے، وہی ان کی مسیحا بن کر ان کی ہمدردی میں مدرسہ بورڈ بنا کر ان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا چاہتی ہے۔

سچر کمیٹی کی رپورٹ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کل مسلم آبادی کے ۴ر فیصد طلبہ مدارس میں زیر تعلیم ہیں، اس رپورٹ میں ان سے سہو ہوا ہے

یہی وجہ ہے کہ یہ رپورٹ غلط اعداد وشمار پرمبنی ہے، چونکہ حقائق اس کے خلاف ہیں، سچ یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام مدارس میں ایک فیصد مسلمان بچے ہی تعلیم حاصل کررہے ہیں، باقی ۹۹ر فیصد بچے اسکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم ہیں، یا پھر ناخواندہ اور ناکارہ ہیں؛ لیکن اگر اس رپورٹ کو صحیح مان بھی لیا جائے تو حکومت کو مخلصانہ مشورہ دیا جائے گا کہ وہ ۴ر فیصد کو ان کے حال پر چھوڑ کر باقی ۹۶ر فیصد کی فکر کرے، چونکہ اس طرح سے بہت ممکن ہے کہ مسلمانوں کو تعلیمی پسماندگی سے نکالنے کا حکومت کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوجائے، یہ کیا مضحکہ خیزی ہے کہ حکومت اور اس کی زبان بولنے والے ادارے اور مشن ۹۶ر فیصد کو چھوڑ کر ۴ر فیصد کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور اگر ہم حکومت کی اس وضاحت کو تسلیم کرلیں کہ اس بورڈ میں شامل ہونا یا نہ ہونا مدرسوں کے اختیار میں ہوگا تو آخر اس کی کیا ضمانت ہوگی کہ آنے والا وقت بھی اس اختیار کو باقی رکھے گا، چونکہ اس کی کیا خبر ہے کہ مرکز میں ہمیشہ یہی حکومت بیٹھی رہے گی، حکومت تو ایک آنے جانے والی چیز ہے، اگر کل کوئی فرقہ پرست پارٹی برسراقتدار آتی ہے تو کیا اس مرکزی مدرسہ بورڈ کو ہتھیار بنا کر تمام مدارس کے نظام کو سبوتاژ نہ کردے گی؟

اگر حکومت ہند مسلمانوں کے بارے میں اتنی ہی فکرمند ہے اور وہ مرکزی مدرسہ بورڈ قائم کرکے مدارس کو ایمانداری کے ساتھ سہولیات بہم پہنچانا چاہتی ہے، تو یہ ایک اچھا قدم ہے، ہم اس کی قدر کرتے ہیں؛ لیکن اسی کے ساتھ حکومت سے یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ وہ اس کے لیے ان مدارس کو جو ایک عرصے سے عوام کے تعاون سے تعلیمی میدان میں قابل رشک خدمات انجام دے رہے ہیں، ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی بجائے حکومت یا اس کے ترجمان یا مسلمان دانشور حضرات نئے مدارس حکومت کے تعاون یا پرائیویٹ طریقے سے قائم کریں، اور ان کو مدرسہ بورڈ سے ملحق کرکے سرکاری سہولیات سے فائدہ اٹھانے کا موقع دے، تو زیادہ بہتر رہے گا، یا پھر مدارس کی ڈگریوں کو سرکاری نوکریوں کے لیے تسلیم کرلیا جائے، اس میں حکومت کی ہمدردی زیادہ قابل اعتراف اور قابل عمل ہے، لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ مدارس کے قیام کے مقاصد میں ہمارے بزرگوں نے معاش کو نظر میں نہیں رکھا، بلکہ یہاں تو ہمیشہ نظر معاد اور آخرت پر ہی رہی ہے۔

مدرسہ بورڈ کا قیام اگر عمل میں آجاتا ہے اور حکومت اپنے منصوبہ کو عملی شکل دینے میں کامیاب ہوجاتی ہے تو اس کا بھرپور امکان ہے کہ مدرسہ بورڈ بننے کے بعد حکومت اس کے تحت چلنے والے مدارس کے نصاب تعلیم میں ایسے مضامین کو جزو نصاب بنادے، جس میں دینی عنصر کم اور عصری مضامین زیادہ ہوں گے، نتیجتاً اس کی وجہ سے علم دین کی عزت وعظمت کی روح ان مدارس سے نکل جائے گی اور پھر مدارس اور اہل مدارس کا وہ حال ہوگا جو بہار میں ہوا تھا، اور ہو رہا ہے، واقف کار خوب جانتے ہیں، نیز اس کے بعد پھر وہ سب ہوگا جو فرعون زماں چاہے گا اور مسلمانوں کے قومی دھارے کو بدلنا آسان ہوگا، اس لیے امت کے مفکر ودانشور علماء حضرات سوچیں اور امت کی صحیح رہنمائی کریں، نام نہاد دانشوروں سے کڑوی بھی سننی پڑے گی، اللہ تعالی امت کو صحیح راستے پر گامزن فرمائے۔

//////////☆☆☆☆☆//////////

اصلاحیات

دنیا آپ کے لیے پیدا کی گئی اور آپ آخرت کے لیے

یہ اہم تقریر حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ۲ر جون ۲۰۰۶ء مطابق ۵ر جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ جمعہ کے روز سمریاواں بازار سنت کبیر نگر (یوپی) کی جامع مسجد میں عوام کے ایک بڑے مجمع میں فرمائی، جس کو مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن سمریاواں کے استاذ مولانا محمد رضوان ندوی نے نقل کیا، ان کے شکریہ کے ساتھ ذیلی عناوین لگا کر قارئین کے افادہ کے پیش نظر شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

انسان سے غلطی ہوگی:

ہمارے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اس دنیا میں بھیجے گئے اور ان سے کہہ دیا گیا کہ دنیا میں رہ کر محنت کرنی ہے، تاکہ وہ جنت پاسکو، جہاں سے آئے ہو، یہ سب جانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں خطا ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا اور ان سے خطا ہوئی، انہوں نے اور ان کی اہلیہ نے اس درخت کے پھل کو کھایا اور اسی کے نتیجے میں ان کے اوپر جو جنت کے کپڑے تھے وہ نہیں رہے، ان کو پتوں سے اپنا جسم ڈھانپنا پڑا، جب انہوں نے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کیا، اور دنیا میں بھیج دیا اور کہہ دیا کہ اب تم کو محنت کرنی ہے، جو صحیح محنت کرے گا وہ جنت میں واپس جائے گا اور جس کی محنت غلط ہوگی وہ جنت سے محروم ہوجائے گا، تو چند باتیں اس سے ہم کو اچھی طرح سے معلوم ہوگئیں، ایک تو یہ کہ انسان سے غلطی ہوگی، کیونکہ انسان کا جو مورث ہے حضرت آدم علیہ السلام ان سے غلطی کرائی گئی، اسی لیے تاکہ ہر فرد بشر کے ذہن میں رہے کہ غلطی تو ہوگی اور کوئی دنیا میں ایسا پیدا نہیں ہوا جس سے غلطی نہ ہوئی ہو، انبیاء کو اور انبیاء کرام کی ذوات قدسیہ کو چھوڑ کر، انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے غلطیوں سے مبرا رکھا ہے، بہت اعلیٰ اور بالا رکھا ہے، وہ تو اس سے محفوظ تھے؛ لیکن دنیا میں اور کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس نے زندگی میں کوئی نہ کوئی خطا نہ کی ہو، اس لیے کہ یہ خطا وراثت میں ملی ہے اور اس کے نتیجہ میں غلطیاں ہوتی رہیں گی، خطائیں ہوتی رہیں گی، گناہ ہوتے رہیں گے۔

غلطیوں پر معافی مانگتے رہنا چاہئے:

لیکن اگر ہمارے اندر آدمیت ہے اور اپنے آباء سے ہمارا رشتہ قائم ہے صحیح طور سے، تو اپنی غلطی پر ہم معافی مانگتے رہیں گے، اور اللہ کے سامنے روتے اور گڑگڑاتے رہیں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام میں سے کئی کا تذکرہ اس انداز سے کیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام نے تو کہا تھا "ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین" کہ اے پروردگار اگر تو نے رحم نہ کھایا اور مغفرت نہ کی تو ہم گھاٹے میں چلے جائیں گے، اور حضرت یونس علیہ السلام نے بھی یہی بات کہی تھی" انی ظلمت نفسی لا الہ الا انت سبحانك انّی کنت من الظالمین" پاک ہے آپ کی ذات، بلند و بالا ہے، آپ کے زور کا کوئی نہیں، آپ تنہا الٰہ ہیں اور میں بڑا ظلم کرنے والا ہوں، معاف فرمادیجئے، یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا "وان لـــم تغفرلی وترحمنی اکن من الخاسرین" اگر آپ نے معاف نہیں کیا رحم نہ کھایا، تو ہم گھاٹے میں چلے جائیں گے، یہ سب کہتے رہے، گویا کہ یہ آدم علیہ السلام کی اصل میراث ہے اور اللہ کے رسول پر جو آیتیں نازل ہوئیں قرآن مجید میں ان میں خاص طور سے یہ بات فرمائی گئی۔

سارے انسان گھاٹے میں ہیں :

"والعصر ان الانسان لفی خسر" زمانہ گواہ ہے، زمانہ کی قسم ہے، کہ انسان گھاٹے میں ہے، تو معلوم ہوا کہ ہر انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان کے جن پر اللہ رحم کرے اور معاف کردے اور کس کو اللہ معاف کرے گا اور کن پر رحم کھائے گا وہ بتادیا گیا" الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر"۔

گھاٹے سے بچنے کے چار کام:

جو چار کام کریں گے ان کو مغفرت کا پروانہ ملے گا، اللہ کی طرف سے رحمت ملے گی، اور وہ خسارہ اور خسران سے بچ جائیں گے، جن کے اندر یہ چار صفات ہوں گی، ایک عقیدہ درست کرلیں اور ایمان لے آئیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی شرک کرنے والے کی سفارش نہیں کریں گے۔

پہلے ایمان وعمل صالح کی ضرورت ہے :

تو پہلے تو ایمان والا بن جائے یعنی اپنے ایمان کی اصلاح کرے، صحیح ایمان آجائے، دوسرے عمل صالح پر عمل کرنے والا بن جائے اور عمل صالح وہ ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کرکے دکھایا ہے یا بتایا ہے، یا صحابہ کرام نے اس کو اختیار کیا ہے اور اللہ کے رسول نے پسند فرمایا ہے، وہ عمل صالح ہے، ہم جس کو عمل صالح کہیں یا آپ کہیں وہ عمل صالح نہیں ہے، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا ذوق خراب ہوگیا ہو، آپ کہیں کہ میری پسند یہ ہے، تو نہ میری پسند نہ آپ کی پسند، اور محبت میں بھی یہ ہوتا ہے، اس لیے کہا گیا، اللہ کے رسول نے فرمایا کہ مجھ سے محبت کرو؛ کیونکہ جب محبت کروگے تو تمہاری پسند ٹھیک ہوجائے گی۔

پسند اپنی نظر اپنی نہیں ہوتی محبت میں
پسند ان کی پسند اپنی، نظر ان کی نظر اپنی

اللہ ورسول کو جو پسند ہے وہی پسند ہونا چاہئے :

جو اللہ کے رسول کو پسند وہی ہم کو پسند ہونا چاہئے، اس میں یہ نہیں کہ یہ میری نظر یہ میری پسند، اس کو تو پھینک دیا جائے کنارے، میری نظر ہے کیا چیز؟ ہماری نظر کا حال تو یہ ہے کہ آسمان میں جب بدلی ہوتی ہے اور نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ چاند بھاگ رہا ہے، جب بادل بھاگتا ہے تو نظر آتا ہے کہ چاند بھاگ رہا ہے، ہماری نظر کا تو حال یہ ہے اور ذرا دھوکہ ہو تو گدھے کو سمجھیں شیر اور شیر کو گدھا، کتنا نظر دھوکہ کھاتی ہے اور پسند کا عالم بھی جانتے ہیں آپ کہ پھر تو کیسی کیسی گندی چیزیں پسند ہیں، انسانوں کو ہی تو یہ چیزیں پسند ہیں کہ کوئی سور کھا رہا ہے اور اس سے پوچھئے کہ تم کو پسند ہے، کہتا ہے کہ بہت پسند ہے، عیسائیوں کو دیکھئے اور ان سے پوچھئے سب سے زیادہ مرغوب غذا کیا ہے؟ کہیں گے سور ہے، تو اگر انسانوں کو چھوڑ دیا جائے کہ آپ کی کیا پسند ہے، اور آپ کی کیا نظر ہے تو معاملہ ہی چوپٹ ہوجائے، اس لیے یہ چھوڑا نہیں گیا، جو ہمارے حضور نے فرمایا بس وہی عمل صالح ہے تو اب دوسری چیز ہوگئی عمل صالح۔

ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرے:

اور تیسری چیز یہ ہے کہ ایک دوسرے کو حق کی تلقین کریں، ایک تو خود عمل، عقیدہ درست کیا تو چال ڈھال ٹھیک ہوگئی، تو اس کے نتیجہ میں کیا ملے گا معلوم ہے، اس کو قرآن میں یوں فرمایا:" اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله " اے محمد! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری چال چلو، تو اللہ تم کو محبوب بنالے گا، جب اللہ اسے محبوب بنالے گا تو اللہ اپنے محبوب سے کام لیتا ہے، اللہ تعالیٰ محبوب سے، اپنے اولیاء سے، اپنے مقبول سے جو اللہ کے مقبول بندے ہوتے ہیں، محبوب بندے ہوتے ہیں، اس کے اولیاء ہوتے ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ خوب کام لیتا ہے، اس لیے کہ ایک تو وہ اللہ کے محبوب ہیں دوسرے یہ کہ " لاخوف علیھم ولاھم یحزنون" کا انعام ملتا ہے، نہ ان کو ڈر ہوتا ہے، نہ غم ہوتا ہے، اسی وجہ سے آدمی گھبراتا ہے، ڈرتا ہے یا غم میں مبتلا ہوجاتا ہے، کہ ایسا کریں گے تو یوں ہوجائے گا ڈرتا ہے اور ایسا کریں گے تو یوں نقصان ہوجائیگا اور پھر غم ہوجائے گا اور اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں نہ ان کو ڈر، نہ غم، تو جو محبوب بن جاتا ہے عمل کرکے، ایمان لاکر، عمل صالح کرکے تو پھر وہ

اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور جب اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو نہ ڈر نہ غم، تو جب نہ ڈر ہے نہ خوف، تو حق بات کہنے میں پریشانی کیا، تو پھر وہ حق کی بات کہتا ہے، اسی لیے کہا گیا کہ حق کی تلقین کرتے رہو اور حق کیا ہے؟

حق بات کی فہرست بڑی لمبی ہے:

"وتواصوابالحق" کی فہرست بڑی لمبی ہے، اس لیے حق بات کہنی ہے اور حق اللہ میاں کا نام بھی ہے" اللہ حق والرسول حق والصراط حق والطاعة حق والنارحق والجنة حق "تو پھر حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی ہیں تو حق کی ایک لمبی فہرست ہے، حقوق پر اگر بات کی جائے تو دو چار مہینے لگ جائیں، تو حق کی تلقین کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص ہے جو اللہ کو نہیں پہنچانتا ہے، اس کے لیے حق بات یہ ہے کہ اللہ کو پہچنوایا جائے اور صاف صاف کہے کہ جو تم معبودان باطل کی عبادت کر رہے ہو یہ سب باطل ہے حق نہیں ہے، تو حق کی تلقین غیروں کو کی جائے، جو بت پرستی میں مبتلا ہیں، شرک میں مبتلا ہیں اور اپنے لوگ جو شرک سے متاثر ہوگئے ہیں اور قبروں کو پوجتے ہیں، نذر و نیاز بے جا کرتے ہیں، ان کو حق کہا جائے اور کہا جائے کہ آپ جو کر رہے ہیں وہ شرک ہے، یہ توحید نہیں ہے، اللہ کے رسول نے منع فرمایا ہے، بلکہ یہ ایسا فرمایا کہ بعض صحابہ نے آکر پوچھا کہ انہوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ اپنے آقا کو سجدہ کرتے ہیں اور ایک صحابی نے دیکھا کہ ایک اونٹ آیا اور حضور کو اس نے سجدہ کیا، تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو آقاؤں کے آقا اور سرداروں کے سردار ہیں اور فخر موجودات ہیں، آپ کا کتنا اونچا مقام ہے آپ کو سجدہ کرنا چاہئے، تو آپ نے منع فرمایا اور امتحاناً آپ نے پوچھا کہ اچھا جب میری قبر بن جائے گی اور اس کے پاس سے گزرو گے تو سجدہ کرو گے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں، ہم اس کو سجدہ نہیں کریں گے، اللہ کے رسول خوش ہوگئے، اس لیے کہ آپ نے صحابہ کو ایسی تعلیم فرمادی تھی کہ ان کا ذہن جاتا ہی نہ تھا، کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہے، ان کا ذہن ہی نہیں جاتا تھا، ہم لوگ یہاں شرک کے ماحول میں رہتے ہیں چونکہ ہر طرف جدھر جائیں سجدہ ہوتا ہے، جدھر جایئے پتھر کی مورتی لگی ہوئی ہے اور سجدہ ہو رہا ہے، تو ہم بھی سجدہ کو سمجھتے ہیں کہ یہ آسان چیز ہے، اور پھر آکر قبروں کو سجدہ کرنے لگتے ہیں، تو یہ کھلم کھلا شرک ہے، اب آپ بتایئے کہ یہ شرک ہے، یہ حق کہنا ہوا، اگر آپ نے چشم پوشی کی، دیکھتے رہے اور روکا نہیں تو آپ نے "وتواصوابالحق" پر عمل نہیں کیا، آپ کو حکم تھا کہ آپ ایک دوسرے کو بتائیں کہ حق کیا ہے، صحیح بات کیا ہے، یہ ہر شخص کی ذمہ داری ہے، یہ تو عمومی ذمہ داری ہوگئی، جو ہمارا غیروں سے تعلق رکھتی ہے، یا اپنے جو غیر ہوگئے ہیں ان سے تعلق رکھتی ہے، اب گھر والی بات لے لیجئے، گھر کا معاملہ یہ ہے کہ آپ کے گھر میں ماشاء اللہ سب زندہ باحیات ہیں، لیکن دادا کا انتقال ہوگیا، بہت بوڑھے ہوگئے تھے، ان کا انتقال ہوگیا، تو اب اس کے ترکے میں کس کا کتنا حق بنتا ہے، بڑے بیٹے نے قبضہ کرلیا، اب اس وقت حق ہے کہ آپ اس سے کہیں گے، تمہارے دوسرے بھائیوں کا بھی حق ہے اور یہ حق قرآن میں موجود ہے، وہاں تلقین کرے کہ یہ حق جو تم نے مارلیا ہے اس کو ادا کرو، یہ بھی حق کی بات ہے، اس کی بھی تلقین کی جائے، اب اگر اس کی کوئی تلقین نہیں کرتا تو "وتواصوا بالحق" پر عمل نہیں ہوا، اب اگر آپ یہ بات کہیں کہ جب ہم حق کی بات کہیں گے تو خطرہ اس بات کا ہے کہ وہ ناراض ہوجائے گا یا برا بھلا کہنے لگے گا۔

صبر سے کام لیجئے:

تو پھر آگے ایک بات اور کہہ دی گئی کہ ایسا ہوگا کیونکہ حق بات جب کہی جائے گی تو جو لوگ اس میں مبتلا ہیں، وہ آپ سے لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں گے، آپ کو برا بھلا کہنے لگیں گے، تو ایسے میں آپ کو کیا کرنا ہوگا" وتواصوا بالصبر "ایسے میں تلقین کرو کہ صبر سے کام لینا ہے، اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دینا، اس کا جواب اس طرح نہ دینا کہ دنداں شکن ہو، اس کو اس طرح منہ توڑ جواب نہ دینا کہ بے چارے کا منہ ہی، جبڑا ہی ٹوٹ جائے، بلکہ ہم لوگ یہی کرتے ہیں، حق بات کہنے کا بہت سے لوگوں کو شوق ہوتا ہے لیکن سلیقہ نہیں آتا، تو اب "وتوا صوا بالصبر" پر عمل نہیں ہوا، چار ہیں تین پر عمل ہوگیا چوتھے پر نہیں ہوا، تو معاملہ خراب ہوگیا، چاروں پر عمل ہوگا تب ہم خسارے سے بچ پائیں گے، اور اس میں یہ بات

بھی سمجھ لینی چاہئے کہ حق کہنے کا سلیقہ بھی چاہئے۔ ؎

بات کتنی بے سلیقہ ہو کلیم

بات کرنے کا سلیقہ چاہئے

اگر سلیقہ نہیں ہے تو ہمارے حضرت مولانا (علی میاں صاحبؒ) فرمایا کرتے تھے کہ حضرت (شاہ عبدالقادر صاحب) رائے پوریؒ کے پاس ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ حضرت ایک صاحب سے حق کی بات کہی تھی وہ مقابلہ پر اتر آیا تو میں نے ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ بس وہ خاموش ہو گیا، تو حضرات رائے پوری نے بہت ہلکے سے کہا کہ آپ نے تو بے چارے کا دانت ہی توڑ دیا، اب گنا کیسے کھائے گا (مذاق سے فرمایا) مطلب یہ ہے کہ اس وقت دانت ہی ٹوٹ گئے جب ہی تو ہاضمہ خراب ہے، جب ہاضمہ خراب ہوتا ہے تو الٹی سیدھی باتیں بکتا ہے۔

ھاضمہ کی دوقسمیں ھیں:

ہاضمہ کی دو قسمیں ہیں: ایک تو پیٹ کا ہاضمہ، ایک دماغ کا ہاضمہ، پیٹ کا ہاضمہ خراب ہوتا ہے تو دست آتے ہیں، اور دماغ کا ہاضمہ خراب ہوتا ہے، تو اول فول بکتا ہے، ہم جانتے ہیں کہ جب دماغ اس کا پاگل ہو جاتا ہے تو کیا بکتا ہے؟ الٹا سیدھا بکتا ہے کہ نہیں بکتا، تو آپ کیوں پاگل لوگوں کو دوڑتے ہیں مارنے کے لیے؟ آپ جانتے ہیں کہ پاگل ہے، اس کا ہاضمہ خراب ہے، اس کی طبیعت خراب ہے، اگر آپ اس کو مارنے کے لیے دوڑتے ہیں تو آپ کا بھی ہاضمہ خراب ہوگا، ہم لوگ یہی کر رہے ہیں کہ جب کسی کا ہاضمہ خراب ہوتا ہے تو ہمارا بھی خراب ہو جاتا ہے، ہمارا کیوں خراب ہو جاتا ہے، اس لیے کہ ہم کو جو اصول اللہ کے رسول نے سکھائے ہیں، ان پر ہم عمل نہیں کرتے، تو اب یہاں اس لیے "وتواصوا بالصبر" کہا گیا ہے، جب حق بات کہو گے تو پھر اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اول فول بکے تو تم اول فول نہ بکو، وہ برا بھلا کہے تو تم برا بھلا نہ کہو، وہ چلائے تو تم نہ چلاؤ، وہ اینٹ مارے تو تم نہ مارو؛ بلکہ پھول برساؤ اور یہ اس لیے ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے، ہمارے حضرت مولانا (علی میاں صاحب) فرماتے تھے کہ اگر کسی کو یہ کام کرنا ہے تو پہلے دل پر پتھر رکھے، تب اس میدان میں آئے اور اگر بھڑاس نکالنا مقصود ہے تو یہ "وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" کے خلاف ہے، بھڑاس نکالنا مقصود نہیں ہے، ہدایت دینا مقصود ہے، راہ دکھانا مقصود ہے، تو اس میں اس پر عمل کرنا پڑے گا، تو جب ان چار چیزوں پر عمل کریگا تو سمجھئے کہ اب وہ صحیح راستے پر آیا تو فرمایا کہ عمل صالح ہو، ایمان ہو اور "وتواصوا بالحق" ہو اور "وتواصوا بالصبر" ہو، جب یہ ساری چیزیں ہو جائیں گی تب آپ اپنے آپ کو خسارے سے بچا پائیں گے اور جب خسارے سے بچ جائیں گے تو اللہ کی رحمت ہوگی، اور اللہ کی طرف سے پروانہ مغفرت کا ملے گا، تو معلوم یہ ہوا کہ یہ چار چیزیں جن کے بعد اللہ کی طرف سے مغفرت کا پروانہ ملتا ہے اور اللہ کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وراثت:

یہی وراثت ہے آدم علیہ السلام کی، آدم علیہ السلام کی وراثت ایک تو یہی ہوگئی جو میں نے عرض کیا آپ کے سامنے، کہ غلطی سب کریں گے کوئی اگر یہ سمجھتا ہے کہ میں غلطی نہیں کرتا تو یہ بھی اس کے کچھ دماغ کے چل جانے کی بات ہے، یہ بھی کوئی اچھی علامت نہیں ہے، کوئی یہ سمجھے کہ غلطی نہیں ہوتی، غلطی اس لیے ہوتی ہے کہ اللہ میاں نے دعاء سکھائی ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بتایا ہے کہ یہ دعا کرو کہ اللہ معاف کر دے جس کو میں جانتا ہوں اور اس کو بھی معاف کر دے جس کو میں نہیں جانتا، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے کام ایسے ہیں جن کو ہم جانتے ہی نہیں لیکن گناہ ہیں۔

اچھے خطا وار:

تو پہلی بات تو یہ ہے کہ خطائیں تو سب سے ہوں گی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ایسے میں کہ "کلکم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون" تم سب کے سب خطا کرنے والے ہو؛ لیکن جو اچھے خطا وار ہیں، جن پر اللہ کا پیار ہوتا ہے اور جن پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ٹوٹ کر برستی ہیں وہ وہ ہیں جو اللہ کے سامنے ہاتھ جوڑ

کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اے پروردگار عالم معاف فرمادے، بڑا ظالم یہ تیرا بندہ ہے، بڑا نالائق و ناپاک ہے، تو کریم ہے۔

کریم کس کو کہتے ہیں ؟

اور کریم کہتے ہیں اس کو جو نالائقوں کو دے، اللہ میاں نے اپنی صفت ایک بیان کی کریم، اور کریم بہت سے ہیں، بہت سے بیٹھے ہوں گے، کریم الدین، محمد کریم بہت سے ہیں؛ لیکن ان بے چاروں کو اپنے ہی نام کے معنی نہیں معلوم اور اسی لیے بہت سے کریم ہیں، لیکن معاملہ بالکل کرم کے خلاف کرتے ہیں، حالانکہ کریم جب ہو گئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو نالائقی کرے اس کو بھی معاف کرے، اللہ میاں اسی لیے اکرم الاکرمین ہیں، تو ان سے زیادہ کریم کوئی پیدا نہیں ہوا، تو اللہ تعالی جب کریم ہے اور آدمی جب معافی مانگے گا تو اللہ تعالی معاف فرمادے گا، اللہ تعالی پھر اس کو بخش دے گا، ایک تو بات یہ ہے کہ ہر شخص ہم میں سے خطاوار ہے، تو جب خطاوار ہے تو اس کو اللہ سے معافی مانگنی چاہئے، دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم کو نیچے اتار دیا زمین میں اور کہا کہ محنت کرو اب، تو اب یہ معلوم ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالی نے ہم کو بھیجا ہے، اس لیے کہ ہم محنت کریں تا کہ آدم کی وراثت ہم کو ملے۔

فرماں بردار اور نالائق بیٹوں کی مثال:

اور دیکھئے کہ اگر ایک شخص کے دو بیٹے ہوں اور ایک بیٹا نہایت وفادار، بڑا ہی دیندار، بڑا ہی خدمت گزار، اور ایک نہایت نالائق اپنے باپ اور ماں دونوں کو اذیت پہنچانے والا، نالائق آخری درجے میں، تو پھر کیا ہوتا ہے، جو وفادار ہوتا ہے، اس کو تو گھر ملتا ہے، اور جو نالائق ہوتا ہے اس کو در بھی نہیں ملتا ہے، بھگا دیا جاتا ہے، تم جاؤ۔

جنت کے وارث کون ہیں ؟

ایسے ہی وہ اللہ کے بندے جن کے اندر یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے، ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق وتواصی بالصبر، تو ان کو تو جنت والی وراثت ملتی ہے اور جن کے اندر یہ صفات نہیں ہوتیں، یعنی کافر ہوتے ہیں، بدعمل ہوتے ہیں، حق مارنے والے ہوتے ہیں، اور بے صبرے ہوتے ہیں، تو اللہ تعالی ان کو جنت سے محروم فرما دیتا ہے، تو اب یہی مسئلہ ہو گیا وراثت میں جنت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

شرعاً وراثت کیسے تقسیم ہوتی ہے ؟

اور پھر ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ اگر ایک نے جائیداد ہڑپ کر لی اور دوسرے کو نہیں دیا، اصل تو یہی ہے کہ باپ تو محروم کر دیتا ہے، لیکن شرعی قانون کیا ہے؟ اگر باپ کا انتقال ہو جائے اور ایک بیٹا کتنا ہی نالائق ہو اور دوسرا بیٹا کتنا ہی لائق ہو تو وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ برابر ہوگی کہ نہیں ہوگی، برابر تقسیم ہوگی، جتنے بھی مفتی ہیں، سب سے پوچھ لیجئے جا کے، برابر تقسیم ہوگی، نیک لڑکا زیادہ نہیں لے سکتا اور برے لڑکے کو کم نہیں ملے گا، دونوں کو برابر ملے گا۔

وراثت کو برابر تقسیم نہ کرنے کے نتائج :

اب اگر نیک لڑکا ساری وراثت پر قبضہ کر لے اور برے لڑکے کو محروم کر دے تو برا لڑکا لڑے گا کہ نہیں لڑے گا، بولئے؟ لڑے گا، مقدمہ دائر کر دے گا، جھگڑے گا پھر اس کو حصہ مل جائے گا۔

وراثتیں دوطرح کی ہوتی ہیں :

ایسے ہی وراثتیں دو طرح کی ہیں: ایک تو جسمانی اور ایک دینی وراثت، تو آپ کو صحیح دین ملا، حضرت آدم علیہ السلام سے یہ چل رہا ہے آپ کو ملنے سے پہلے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک آیا، پھر اللہ کے رسولؐ کے ذریعہ سے (یہاں) بستی میں پہنچ گیا، یہاں تک کہ دین صحیح ہم تک پہنچ گیا؛ لیکن ہمارے یہ برادران وطن جو ہیں ان کو نہیں پہنچا آپ نے پوری جائیداد پر قبضہ کر لیا، دین پر قبضہ کر لیا، اس دین میں وہ بھی شریک ہیں، اس لیے یہ دین سب کا ہے، ان کو آپ نے محروم کر دیا ہے، تو اب اگر وہ لڑ رہے ہیں، آپ سے کہتے ہیں کہ تم نالائق ہو اور تم ملچھ ہو، گندے ہو، تو وہ کیا غلط کہتے ہیں؟ اس لیے کہ آپ نے ان کا حق مار لیا ہے۔

توحید وسنت، ایمان وعمل صالح میں برادران وطن کا حق:

جس طرح آپ دیندار بن گئے، ویسے ہی ان کو بھی دین دار بنانا چاہئے تھا، جیسے آپ کو توحید کا نور مل گیا ویسے ہی ان کو توحید کا نور دینا

چاہئے تھا ان کو پہنچا دیتے کہ یہ تمہارا حصہ ہے، اگر لینا چاہو تو لے لو اگر وہ نہ لیں تو پھر ان کی پٹائی ہوگی اور اگر آپ نے دبا رکھا ہے، کبھی پہنچایا ہی نہیں سوچا ہی نہیں کہ برادران وطن کا حق ہے نور توحید میں، نور سنت میں، ایمان میں، عمل صالح میں، تو پھر کیا ہوگا، وہ جھگڑیں گے کہ نہیں جھگڑیں گے، تو یہ مسئلہ چل رہا ہے جھگڑے کا، یہ جھگڑا بھی دور کرنا ہے، یعنی آپ اپنی اس وراثت کو پیش کریں وہاں جا کے، کہ تمہارا بھی برابر کا حق ہے، اس لیے کہ تم بھی آدم کی اولاد ہو، ہم بھی آدم کی اولاد ہیں اور تم بھی رسول پاک کی امت ہو اور ہم بھی رسول پاک کی امت ہیں، ہم نے قبول کرلیا لیکن تم نے قبول نہیں کیا، اس لیے کہ ہم نے پہونچایا نہیں، تو ہم پہونچانے آئے ہیں، اب اس کو قبول کرلو، اب اگر وہ قبول کر لیتے ہیں تو یہ یاد رکھئے کہ یہ اتمام حجت ہو جائے گا اور اتمام حجت کے بعد پکڑ آتی ہے اور اگر آپ نے پہونچایا نہیں تو اتمام حجت نہیں ہوگا، اور اتمام حجت نہیں ہوگا تو آپ کی پٹائی ہوگی، وہ بچ جائیں گے، یہ بہت اہم بات ہے، اس کو سمجھنا چاہئے، ہم لوگ بہت اس سے غافل ہیں تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کو جب یہاں بھیجا گیا تو کہہ دیا گیا کہ یہاں محنت کرو اور محنت کن چیزوں میں کرنی ہے، انہیں چیزوں میں کرنی ہے، ایمان پہ کرنی ہے، اب اس پر جو اس دنیا میں محنت کرے گا اس کو آخرت میں کامیابی نصیب ہوگی، اسی لیے کہا گیا کہ دنیا تمہارے لیے بنائی گئی ہے اور تم کو آخرت کے لیے بنایا گیا ہے۔

دنیا سواری ہے سوار نہیں :

تو معلوم ہوا کہ دنیا سواری تو ہے لیکن سوار نہیں ہے، ہم سے غلطی جو ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے دنیا کو اپنے اوپر سوار کرلیا ہے، حالانکہ دنیا اس لیے تھی کہ اس پر آپ سوار ہوتے، اس کی لگام آپ کے ہاتھ میں ہوتی، جس طرح شہسوار گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو گھوڑا کتنا تیز رفتار ہوتا ہے اور شہسواری کرتے ہوئے گزر جاتا ہے، اسی طرح آپ دنیا کے مال و متاع کے اوپر سوار ہوتے، مال و متاع آپ پر سوار نہ ہوتا، اس لیے کہ دنیا آپ کے لیے پیدا کی گئی تھی، اور آپ کو آخرت کے لیے پیدا کیا گیا تھا، لیکن جب اس کا الٹا ہو گیا تو آج حال یہ ہے کہ جیسے گھوڑا کسی کو لات مار دے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ کسی سائیکل سے کسی کا اکسیڈنٹ ہو جائے تو کیا حال ہوگا؟ آج پوری انسانیت تڑپ رہی ہے، اس وجہ سے کہ گھوڑے پر وہ سوار نہیں ہے، گھوڑا اس کے اوپر سوار ہے، اور لات پر لات کھا رہی ہے، دنیا قابو میں نہیں ہے، اسی وجہ سے سارے عالم میں پریشان ہے، کہا یہی گیا تھا کہ دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے، تمہاری غلام ہے، تمہارے جوتوں کی یہ خاک ہے، لیکن آج ہوا یہ ہے کہ ہم نے اس کو اپنے اوپر سوار کرلیا ہے۔

ایک دلچسپ لطیفہ :

ہمارے مولانا عبدالباری صاحبؒ کا ایک دلچسپ لطیفہ ہے کہ انہوں نے موٹر خریدی اور کچھ دنوں تک رکھی، اس کے بعد بیچ دیا، لوگوں نے کہا مولانا آپ نے کیوں بیچ دیا؟ کہا میں گاڑی پر دو گھنٹے سوار ہوتا ہوں یہ مجھ پر بائیس گھنٹے سوار رہتی ہے، بہت پرانی بات ہے، اس زمانے میں لوگ بہت مانگا کرتے تھے، کہ ذرا دیدیجئے میں لے جاؤں گا اور یہ ہو جائے گا اور وہ ہو جائے گا، مولانا نے کہا کہ میں تو دو گھنٹے بیٹھتا ہوں اور بائیس گھنٹے یہ مجھ پر سوار رہتی ہے، تو آج بائیس گھنٹے تو جانے دیجئے چوبیس گھنٹے دنیا ہم پر سوار رہتی ہے، سوائے دنیا کے کوئی کام نہیں ہے ہمارا۔

دنیا کو برتئے دنیا میں غرق نہ ہوجائیے :

حالانکہ دنیا دیکھئے، دنیا جیب میں رکھئے، دل میں نہ رکھئے، دنیا پر سواری کیجئے، دنیا کو اپنے اوپر سوار نہ کیجئے، دنیا آپ برتئے لیکن دنیا میں غرق نہ ہو جایئے، دنیا کو آپ ذریعہ سمجھئے، وسیلہ سمجھئے، اصل نہ سمجھئے، جب آپ کے اندر یہ بات پیدا ہو جائے گی، ہمارے اندر یہ بات پیدا ہو جائے گی، بس پھر دنیا ہماری صحیح ہو جائے گی، اسی لیے آپ نے فرمایا حدیث میں آیا ہے کہ دنیا بڑی سرسبز و شاداب ہے، دیکھو اللہ نے تم کو بھیجا ہے خلیفہ بنا کر، تاکہ دیکھے کہ کر کے کیا آئے ہو۔

دو چیزیں بڑی خطرناک ہیں :

اور دو چیزوں سے بچنا چاہئے "فاتقوا الدنیا واتقوا النساء"

دو چیزیں بڑی خطرناک ہیں ایک تو دنیا یعنی یہاں کے مال ومتاع اور یہاں کی لذتیں اور یہاں کی خواہشیں اور دوسرے عورت، عورت کو بھی آپ نے کہا کہ اس سے بچو، کس طرح بچو؟ اب اس کی پوری تفصیل ہے، یعنی اگر تم کو عورت کی ضرورت ہو تو اگر شادی نہیں کرو گے، تو غلط طریقے میں پڑ جاؤ گے، تو شادی کر کے بچو! اور اگر شادی کرنی ہے تو عورت کو باہر گھومنے سے ادھر ادھر ٹہلنے سے، بچاؤ، اور غیر محرم عورتوں سے کبھی آنکھیں نہ ملاؤ، اور خلوت میں رہنا تو بہت خطرناک بات ہے اور باتیں کرنا تو بہت ہی افسوس ناک بات ہے، تو ان تمام باتوں سے بچو، جب ان سے بچو گے تو اب دنیا تمہارے قابو میں آجائے گی، تو دیکھئے ہر سواری میں دو چیزیں ہوتی ہیں، جتنی سواریاں ہیں موٹر ہے، سائیکل ہے، ایک تو اس کا ہینڈل ہوتا ہے اور ایک اس کا پیڈل ہوتا ہے، ہینڈل سے تو سیدھا جاتا ہے آدمی اور پینڈل سے آگے بڑھتا ہے، ایک بریک ہے، بریک سے اکسیڈنٹ سے بچتا ہے، اور ہینڈل سے صحیح رخ متعین ہوتا ہے۔

دنیا کی دوچیزوں سے بچو:

تو ایسے ہی فرمایا کہ دو چیزیں ہیں دنیا کی بھی، ایک تو مال ومتاع دنیا کا جو ہے اس سے بچو، یعنی بالکل سیدھے جاؤ، اگر مالیات کسی کے درست ہیں، خیانت نہیں ہے، چوری نہیں ہے، ڈاکہ نہیں ہے اور کسی کا مال ہڑپ کرنا نہیں ہے، رشوت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ، اگر اس سے بچو گے تو صحیح سمت میں چلو گے، اور دوسرے عورت سے بچو، جب عورت سے بچو گے تو اکسیڈنٹ سے بچ جاؤ گے، یہ دو چیزیں اگر ہو جائیں گی تو تمہاری سواری صحیح جائے گی اور جنت مل جائے گی۔

دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی اورتم آخرت کے لیے :

اس لیے فرمایا کہ دنیا کو تمہارے لیے پیدا کیا گیا ہے، اور تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پیدا کیا ہے، تو تمہاری نظر اوپر ہونی چاہئے اور دنیا کو برتو، کماؤ، کون منع کرتا ہے، لیکن غرق نہ ہو جاؤ، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" لاتتخذوا الضیعة فترغبوا فیھا" دیکھو جائیداد اور دنیا کی کمائی کے چکر میں نہ پڑنا، بھئی میں ترجمہ کر رہا ہوں، ذرا غور سے اس کو سنئے گا کہ اس کے چکر میں نہ پڑنا کہ اس میں غرق ہو کر رہ جاؤ، اور ساری چیزیں تمہارے ہاتھ سے نکل جائیں، تو چکر میں پڑنے سے منع کیا ہے، دنیا کمانے سے منع نہیں کیا، بلکہ کمانا تو بعض دفعہ فرض ہو جائے گا، لیکن اس کے چکر میں نہ پڑیئے، صبح سے شام تک بس ایک فکر ہے، فیکٹری کے چکر میں، دوکان کے چکر میں۔

ایک بزرگ کی دنیا سے بے نیازی کا حیرت انگیز واقعہ :

شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ (بس ایک واقعہ سنا کر بات ختم کر دوں گا) بڑے پائے کے بزرگ گزرے ہیں، ان سے کسی نے یہ بات کہی تھی کہ آپ کو کتنے پیسے دے دئے جائیں اور آپ اگر بادشاہ کو کہلا بھیجیں تو آپ کے لیے اتنے گاؤں لکھ دئے جائیں تو انہوں نے کہا کہ اللہ کے بندے میں نے اللہ میاں سے بھی دنیا آج تک کبھی نہیں مانگی، ہمیشہ ان سے آخرت ہی مانگی، اور یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ دیکھئے اگر آپ گوشت لینے جائیں تو گوشت کے ساتھ ہڈی تو آئے گی ہی، کوئی گوشت والا ایسا نہیں ہے جو ہڈی نہ دے اور ہڈی اگر لینے جائیں گے تو گوشت اتنا (انگلی کے بقدر) بھی نہیں ہوگا۔

آخرت پر نظر رہے دنیا خود ملے گی :

اس لیے آخرت جو چاہے گا تو دنیا تو مل کر ہی رہے گی، جائے گی کہاں دنیا؟ آپ جتنی ہی لات ماریں گے، دنیا اتنی ہی آپ کے پیچھے دوڑے گی اور آخرت کے لیے جتنا اللہ سے مانگیں اور محنت کریں گے آخرت تو بنتی جائے گی، اور دنیا آپ کے پیچھے دوڑتی چلی آئے گی، اور جتنا ہم دنیا کے پیچھے پڑے رہیں گے، دنیا اتنی ہی ہم سے دور ہوتی چلی جائے گی، اور ملے گا اتنا ہی جتنا مقدر ہے، ایک پیسہ زیادہ نہیں ملے گا، یہ آپ دیکھ لیجئے، بعض لوگ بڑی محنت کرتے ہیں اور اتنا سا ملا، اور پوری زندگی منہ بنائے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ دے یا نہ دے اس کی اطاعت وعبادت لازمی ہے :

اللہ میاں سے ناراض ایک صاحب ہیں، ان کے پاس گئے کہ نماز پڑھا کیجئے، کہنے لگے کہ جب اللہ میاں اتنا ڈھیر سا دیں گے (بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

محاسن اسلام

اسلام کا عائلی نظام

مولانا وقار علی نالندوی معین مفتی دارالعلوم دیوبند

رحمت وشفقت، الفت ومحبت، کفالت وحضانت، امدادواعانت، ہمدردی وغم خواری، صلہ رحمی اور حقوق کی ادائیگی، یہ وہ خصوصیات ہیں جن کے مجموعے سے اسلام کا عائلی نظام اور مثالی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

اسلام کے عائلی نظام کی بنیاد خدا ترسی اور انسان دوستی پر ہے، وہ خونی رشتوں اور نسبی تعلقات کو نہ صرف تقدس واحترام کی نظر سے دیکھتا ہے؛ بلکہ حددرجہ ان تعلقات کو قائم واستوار رکھنے کی تاکید کرتا ہے، اور قطع رحمی سے روکتا ہے، ایک حدیث میں محسن انسانیت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:" الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله" رحم عرش سے معلق ہے، وہ کہتا ہے کہ جو مجھے جوڑے گا اللہ اسے جوڑے گا اور جو مجھے کاٹے گا خدا اسے کاٹے گا۔ (بخاری ومسلم)

صلہ رحمی کی تاکید وفضلیت:

اپنے اہل قرابت اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کی روایت اسلام میں ایسی دوررس اور شریفانہ ہے کہ جس سے خاندان ومعاشرہ میں اخوت ومحبت کی فضاء ہموار ہوتی ہے، کنبے کے افراد میں خود غرضی ومفاد پرستی کے بجائے ایثار وہمدردی پیدا ہوتی ہے اور معاشرے کی بکھری ہوئی اکائیاں ایک دوسرے سے مربوط ہوجاتی ہیں، پھر خاندان کا کوئی فرد اپنے کو بے سہارا تصور نہیں کرتا، اور مسلمانوں کی باہمی محبت ورحمت کی مثال اس جسم کی ہوجاتی جس کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم اس کے لیے بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے" مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى" (بخاری ومسلم)

صلہ رحمی اور اقرباء پروری کی کتاب وسنت میں بڑی تاکید آئی ہے قرآن کریم میں فرمایا گیا" وبالوالدين احساناً وبذي القربى" والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو" (النساء ۳۶) اہل قرابت کے ساتھ مودت ومحبت کی اہمیت ہی کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا گیا:" قل لا أسئلكم عليه أجرا إلا المودة في القربى " آپ کہہ دیجئے کہ میں اس کار نبوت پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے رشتہ داری کی محبت کے" (شوری۲۳)

انسان کو فطری طور پر مال سے محبت ہوتی ہے، اور یہ محبت بسااوقات ایسی راسخ ہوتی ہے کہ آدمی مال ودولت کی ہوس میں قرابت داروں کی قرابت اور ان کے حقوق کی بھی پرواہ نہیں کرتا، قرآن نے ان کے حقوق کی پامالی پر کڑی پابندی عائد کی ہے" واتقوا الله الذي تساء لون به والارحام "(نساء) اور یہ حکم فرمایا:" پس قرابت داروں کو ان کا حق دیا کرو" فات ذاالقربى حقه " (الروم ۳۸) اور مومن کی صفت یہ بتائی گئی کہ وہ مال سے محبت کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں پر خرچ کرتے ہیں، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:" واتى المالي على حبه ذوي القربى واليتمىٰ والمساكين "(بقرہ ۱۷۷)

ایک جگہ صاف فرمایا گیا:" اللہ تعالی حکم دیتا ہے انصاف کا، نیکوکاری کا اور قرابت مندوں کو دینے کا" إن الله يأمُرُ بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى "(النحل ۹۰)

خونی رشتوں کی فضیلت وبرتری اس حدیث سے بھی واضح ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی اجنبی مسکین پر صدقہ صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنا دوہرا ثواب رکھتا ہے، ایک صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا "الصدقة على المسكين صدقة وعلى ذي الرحم ثنتان صدقة وصلة" (نسائی)

نظام کفالت وحضانت:

مسلم معاشرے کی ایک امتیازی خصوصیت اپنے ماتحتوں کی معاشی کفالت وخبر گیری بھی ہے، اسلام میں اگرچہ تبنیت (متبنی بنانا یعنی منھ بولا بیٹا بنانا) کی اجازت نہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے اسلام کے مختلف قوانین وضوابط متأثر ہوتے ہیں اور مسلم پرنسل لاء کا ایک اہم حصہ پوری طرح مجروح ہوتا ہے، لیکن اس قانون تبنیت کا جو مقصد بیان کیا جاتا ہے کہ "اس کے ذریعہ ملک کے نادار وبے سہارا بچوں کی خبر گیری کا نظم ہو سکے گا" وہ مقصد مذکورہ قانون کے بغیر ہی اسلام کے نظام کفالت کے ذریعہ حاصل ہوجاتا ہے، چونکہ اسلام نے ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے کے ایسے پائیدار اور مستحکم اصول مقرر کردیئے ہیں جن کے ذریعے خاندان ومعاشرے کے نہ صرف نادار بچے؛ بلکہ تقریباً سبھی کمزور ومستحق افراد کی معاشی کفالت اوران کی نگہداشت وپرداخت کی ضمانت دیدی گئی ہے، اور کسی فرد کو لاوارث، محروم اور بے یارومددگار نہیں چھوڑا گیا ہے، عورتوں بچوں یتیموں اور تمام کمزور افراد کی خبر گیری اوران کی دینی دنیوی صلاح وفلاح کی ذمہ داری قوم کے مردوں پر عائد کرکے ان کا بوجھ ہلکا کردیا گیا ہے، یہ معاشرے کے کمزور افراد کے ساتھ اسلام کا ایک شریفانہ، وعادلانہ اور ناقابل فراموش احسان ہے۔

لڑکیوں کی پرورش:

لڑکیاں عموماً خاندان ومعاشرے پر ایک بوجھ سمجھی جاتی ہیں چونکہ ان کی تخلیق کا مقصد اور وظیفہ حیات مردوں سے کچھ جداگانہ ہے، ان کی فطری کمزوری اور اپنی عفت وعصمت کی حفاظت ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی بنا پر وہ زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے دوش بدوش نہیں چل سکتیں، بنابریں اسلام نے اس صنف نازک کی خبر گیری اور نان ونفقہ کی تمام تر ذمہ داری مردوں پر عائد کی ہے، اوران کی کفالت وپرورش پر جہنم سے خلاصی اور جنت کی بشارت بھی سنائی ہے، تاکہ لوگ ان پر خوش دلی سے خرچ کریں اور اسے اپنے لیے ذخیرہ آخرت سمجھیں، ہم ذیل میں وہ چند احادیث نقل کرتے ہیں جن میں لڑکیوں کی کفالت پر جنت کی خوش خبری اور آگ سے چھٹکارے کی ضمانت دی گئی ہے۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من ابتلى من هذه البنات بشئى فأحسن اليهن كن له سترا من النار" جوان لڑکیوں کے بارے میں کچھ بھی آزمایا گیا اوراس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو وہ اس کے لیے آگ کے عذاب سے پردہ بن جائیں گی"

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيامة (و كنت) أنا وهو وضم أصابعه وعنده دخلت أنا وهو الجنة كهاتين وأشار بإصبعيه" جس نے دولڑکیوں کی پرورش ان کے بالغ ہونے تک کی تو قیامت کے دن وہ اور میں اس طرح ہوں گے (اس موقع پر آپ نے انگلیاں ملاکر دکھائیں) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کیا"۔(مسلم وترمذی)

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من عال ثلاث بنات أو ثلاث أخوات أو أختين او ابنتين فأدبهن وأحسن إليهن وزوجهن فله الجنة" جس نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بہنوں یا دو بیٹیوں کی پرورش کی اورانہیں ادب وسلیقہ سکھایا، اوران کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اوران کی شادی کردی تو اس کے لیے جنت ہے" (ابوداؤد وترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے" من كانت له أنثى فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده يعني الذكور عليها

أدخلـه الـلّٰه تعالى الجنة "جس شخص کی کوئی لڑکی ہواور وہ اسے دفن نہ کرے، اور نہ اس کی توہین کرے اور نہ اپنے لڑکے کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالی اسے جنت میں داخل کرے گا''۔(ترمذی)

یتیموں اور مسکینوں کی کفالت:

اسلام ایک ایسے مثالی اور متوازن معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے جس کی بنیاد سماجی انصاف، معاشرتی مساوات اوراجتماعی عدل پر قائم ہو، معاشرے کا ہر فرد ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں برابر کا شریک ہواوراس کا مخلص وخیرخواہ ہو، خاندان اور کنبہ میں بہت سے افراد وہ ہوتے ہیں جو بلوغت سے پہلے ہی اپنے حقیقی والدین کی شفقت ومحبت سے محروم ہوجاتے ہیں، اصطلاح شرع میں انہیں یتیم کہا جاتا ہے، بہت سی عورتیں وہ ہوتی ہیں جو شادی شدہ ہوتی ہیں لیکن ان کے خاوند کا انتقال ہو چکا ہوتا ہے، ایسی عورتوں کو بیوہ کہا جاتا ہے، ان کے پاس مال ہوتے ہوئے بھی وہ کسی ولی، مربی اور سرپرست کے محتاج ہوتے ہیں اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہوتی ہے، جنہیں سرپرستی یا تولیت کی ضرورت تو نہیں ہوتی؛ لیکن ان کے پاس معاش کا کوئی نظم نہیں ہوتا انہیں روزمرہ کی زندگی میں کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی اشیاء بھی میسر نہیں ہوتیں، ایسے لوگ مسکین کہے جاتے ہیں:

اسلام چونکہ انسان دوستی کا زبردست داعی ہے اوراس کے پیش نظر انسانیت کا تحفظ وبقاء قائم ہے، اس لیے اسلام نے یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کو بھی بے سہارا نہیں چھوڑا، قرآن وحدیث میں جہاں والدین، واہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے اور لڑکیوں کی پرورش پر جنت کی بشارت سنائی گئی ہے وہیں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے اوران کی کفالت وخبرگیری پر اجر عظیم اور جنت کا مژدہ سنایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے:" وبالوالدين إحساناً وبذى القربى واليتمىٰ والمساكين" اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ'' (النساء ۳۶) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" من قبض يتيماً من بين المسلمين إلى طعامه و شرابه أدخله الله الجنة البتة إلا أن يعمل ذنباً لا يغفر" جو مسلمانوں کے درمیان سے کسی یتیم کو اٹھالے اوراسے اپنے کھانے اور پینے میں شریک کرے تو اللہ تعالی یقیناً اسے جنت میں داخل کرے گا بشرطیکہ وہ کوئی ایسا گناہ نہ کرے جس کی مغفرت نہ ہوسکتی ہو۔(ترمذی)

ایک دوسری روایت میں فرمایا گیا:" أنا و كافل اليتيم فى الجنة كهاتين وأشار بإصبعيه يعنى السبابة والوسطى" میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے اشارہ فرمایا''(ترمذی)

قرآن کریم نے یتیموں کے اولیاء کو یہ تاکید کی کہ وہ ان کے مال میں کسی بھی قسم کی خیانت اور اسراف سے احتراز کریں اور جب تک وہ سن رشد کو نہ پہنچ جائیں ان کو ان کا مال حوالہ نہ کریں اور جو لوگ یتیموں کے مال کو ناحق طریقے پر کھا جاتے ہیں، قرآن نے ان کے متعلق بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے کہ یہ لوگ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے بھر رہے ہیں" الذين يأكلون أموال اليتمٰى ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً (النساء)

یہ اوراس کے علاوہ متعدد آیات واحادیث میں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک، ان کی کفالت وخبرگیری اوران کے مال کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے، اسلام کے اس پائیدار و مستحکم نظام کی موجودگی میں جو خاندان ومعاشرے کے تقریباً سبھی کمزور افراد کے معاشی کفالت اوران کی صلاح وفلاح کا ضامن ہے کسی دوسرے قانون کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

/////☆☆☆☆☆/////

اعلان

ماہنامہ نقوش اسلام کے تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے، اس کے علاوہ رسالہ میں اشتہار کے لیے بھی رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔(ادارہ)

اسلوب دعوت

دعوت کے کچھ اہم اصول

مولانا محمد سرور فاروقی ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دعوت کے چند اصولوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جنھیں ہر داعی کو اپنے ذہن میں متحضر رکھنا چاہئے:

۱- اپنی دعوت پر خود اعتمادی کیساتھ سو فیصد اور کامل یقین ہو۔

۲- فرقہ باطلہ خصوصاً ہندتو کے فرقوں، ان کی تنظیموں وتحریکات کے عقائد سے پوری طرح واقفیت ہو۔

۳- استحضار نیت کے ساتھ ہمدردانہ انداز میں موقع ومناسبت سے بقدر ضرورت بات کی جائے اور انہی کی خاص زبان میں بات کی جائے۔

۴- نقطۂ اشتراک جیسے انبیاء ''یاقوم'' کے لفظ سے ابتدا کرتے ہیں اسی طرح ہمیں بھی بھائی کا رشتہ نکال کر گفتگو کا انداز اپناتے ہوئے انبیاء کی طرح توحید کی طرف رخ موڑ کر آخرت کے حالات سامنے لاتے ہوئے ان کو نفع ونقصان سے آگاہ کر کے رسالت کے عقیدہ کو واضح کرنا چاہئے، تاکہ مخاطب قرآنی تعلیمات سے آشنا ہو سکے۔

انبیاء کی دعوت میں سب سے پہلا نقطہ رشتہ اشتراک:

جب کسی ہندو بھائی کے یہاں ملاقات کی غرض سے جائیں یا کسی سفر میں ساتھ ہو جائے تو ہمیں چاہئے کہ سب سے پہلے چپکے چپکے اپنے رب سے دعا کریں کہ اے مالک اس شخص کی پیشانی کو اپنے سامنے جھکنے کی توفیق دے اور شریعت مصطفوی کے آغوش میں ڈال دے، تاکہ یہ جہنم کے اتھاہ سمندر سے نکل کر جنت کے چمن میں اپنا بسیرا کر لے۔

۲- پھر اس شخص کا نام پوچھیں اور اس کی مصروفیات کا جائزہ لیں اور اسے گفتگو کرنے کا موقع دیں تاکہ اس کے اندر کے حالات اور اس کے عقائد کا صحیح اندازہ لگ سکے، اس کے بعد اس کی آنکھوں کے ذریعہ آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہوگا، یا نفرت کی نگاہوں سے اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ آپ کو کس انداز سے گفتگو کرنی ہے، یا ابھی مؤخر کرنا بہتر ہے۔

۳- اب آپ اس سے کہیں بھائی صاحب میں نے آپ سے صرف اس وجہ سے نام وغیرہ پوچھ لیا ہے کہ آپ اللہ (پرمیشور) کی بنائی زندہ تصویر (مورتی) ہیں، آپ کو دیکھ کر ہمارا اللہ (پرمیشور) یاد آرہا ہے کہ آپ کی صورت اللہ نے کس طرح بنائی ہے، آپ کی اور ہماری آنکھ، ناک، کان، دانت وغیرہ، ہم آپ کو اس وقت دیکھ ضرور رہے ہیں؛ لیکن ہم اپنے معبود تک پہنچ رہے ہیں کہ اس نے آپ کی تصویر (مورتی) بنائی، اللہ نے اپنی بنائی ہوئی مورتیوں کی خیر خیریت معلوم کرنے اور اس کے دکھ سکھ میں ہر قسم کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ اگر آپ کو یا اللہ کی بنائی ہوئی کسی (مورتی) صورت کو کوئی تکلیف (کشٹ) پہونچاتا ہے تو ہمارے اللہ (پرمیشور) کو بھی تکلیف (کشٹ) ہوتی ہے، اس لیے کہ اس نے تمام انسانوں کو بہت پیار ومحبت سے بنایا ہے، اس کی مثال اس طرح سے ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کمہار کے برتن کو اس کے سامنے توڑ دے یا اسے کسی گڈھے میں یا خندق میں پھینک دے تو اس کمہار کو کس قدر صدمہ پہنچے گا، اسی طرح ہمارے اللہ نے تمام دنیا کے انسانوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کی ضروریات کو بھی پیدا کیا ''کن'' ہو جا سے، اب اگر کوئی شخص اللہ کی پیدا کی ہوئی اور اس کی بنائی ہوئی اور سنواری ہوئی صورت شکل یعنی زندہ

صورت (جیوت یا سجیو مورتیوں) کو توڑے یعنی اسے قتل کرے یا اس کو بھٹکے ہوئے راستے کی طرف بلائے یا وہ خود ایسا کام کرے جو اس کے جہنم میں جانے کا سبب بنے تو بتایئے اس اللہ کو کتنی تکلیف ہوگی۔

آپ سے بات کرنے کا میرا ایک ہی مقصد ہے اس کے علاوہ میری کوئی غرض نہیں کہ ہمیں جو علم الٰہی (ایشوری گیان) قرآن کے روپ میں ملا ہے، وہ ہم آپ کو بتائیں گے اور اگر آپ کے پاس کچھ علم (گیان) ہو تو آپ ہمیں بھی بتا سکتے ہیں۔

۴- اب اسے کھل کر پوری بات کرنے کا موقع دیں اور اس بات کو سمجھیں کہ وہ کس فرقہ، گروہ یا کس ذات سے تعلق رکھتا ہے، اور آپ چپ چاپ اللہ کا ذکر کرتے رہیں، یہاں تک کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ وہ کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے، مورتی کا پجاری ہے، نرنکاری ہے یا انش واد کا قائل ہے، درمیان میں آپ بہت کم بولنے کی کوشش کریں، تاکہ وہ یہ سمجھے کہ میں انھیں مطمئن کر رہا ہوں، مختلف قسم کے سوالات بھی کرے گا؛ لیکن ابھی آپ زیادہ تر صبر کرتے رہیں اور اس کے جوابات دینے کے بجائے اس کا رخ ایکتا یعنی توحید کی طرف موڑیں، اور کہیں ہم سب ایک ہی باپ (پتا) کی اولاد (سنتان) ہیں، ہم سب کا اللہ صرف ایک ہی ہے اور ہم سب کی آتمائیں بھی ایک ہی جگہ سے آئی ہیں، پھر ماں کے پیٹ میں ہم سب بنے ہیں اس کے بعد اس ایک دھرتی پر ہم رہ رہے ہیں؛ لیکن یہاں کے بعد ایک دوسری دنیا ہوگی جس کا نام آخرت (پرلوک) ہے، ہم سب کو مرنے کے بعد دوبارہ وہیں واپس جانا ہے، اور ہم سب کے نبی آدمؑ (آدی مانو) سب سے پہلے نبی تھے، اس کے بعد نوح آئے جن کو (مہا جل پلاون والے منو) سے بھی جانا جاتا ہے، جن کی کشتی (ناوِکا) پر ہم سوار تھے، ان سب رشتوں سے آپ ہمارے سگے بھائی ہیں، اب بھائی کی ذمے داری یہ ہے کہ جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسر کے لیے بھی پسند کرے، اس لیے جو مجھے علم (گیان) ہے وہ میں آپ تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں، تاکہ آپ بھی اس پر غور کریں۔

(یہ ہوا انبیاء کی دعوت میں پہلا نقطۂ اشتراک اور اب توحید کامل)

۵- اب آپ کا مخاطب جس چیز پر عقیدہ رکھتا اور مانتا ہوگا وہ اس پر اپنا پورا زور صرف کرے گا، لیکن آپ اچھے انداز میں رخ موڑتے ہوئے رسالت کی طرف متوجہ کریں اور کہیں کہ اللہ (پرمیشور) کی طرف سے جو بھی رسول (سندیشٹا) آتے وہ ایک ہی مالک کی طرف بلاتے اور کہتے تھے کہ تمہارا مالک وہی ایک اللہ (پرمیشور) ہے، اس لیے تم لوگ صرف اسی کے سامنے اپنا سر جھکاؤ اور میں صرف اس کی طرف سے بھیجا ہوا رسول (سندیشٹا) ہی ہوں، لیکن انسانوں سے سب سے بڑی غلطی یہ ہو جاتی ہے کہ اس آنے والے رسول (سندیشٹا) کو ہی سب کچھ سمجھ کر اسی کی پوجا پاٹ میں لگ جاتے ہیں، یہ تو اسی طرح ہوا کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کو پوسٹ مین کے ذریعہ خط بھیجا جس میں کچھ ہدایتیں تھیں لیکن اس کا لڑکا اس خط کو نہ پڑھے اور نہ عمل کرے اور صرف پوسٹ مین کی ہی خدمت میں لگ جائے کہ آپ بہت اچھے ہیں، آپ ہمارے پتا جی کا خط لائے، اس سے کیا پتا جی خوش ہوں گے ہرگز نہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پوسٹ مین کو چائے پانی کے بعد رخصت کرتا اور اس پر عمل کرتا جو پتا کی طرف سے آیا تھا، آج یہی ہو رہا ہے، کہ ہم تمام دیوی دیوتاؤں کو وہ مرتبہ دے دیتے ہیں جو اللہ کو دینا چاہئے اور اس مالک کا صرف نام لے لیتے ہیں، لیکن اصل پوجا انھیں سندیشٹاؤں کی ہونے لگتی ہے، اس لیے ہم کو صرف اسی اللہ کی عبادت کرنی ہے، جس نے ہم سب کو جنم دیا جس کی تفصیل آپ کی کتابوں میں بھی کہیں کہیں ملتی ہے جیسے:

"اِیکَمْ بِرَھَمْ دُوتِیَهٔ نَاستِے نِیَهٔ نَه نَاستِے کِنْچَنْ" ایک ہی برہم ہے دوسرا نہیں ہے نہیں ہے ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔ (اپنشد برہم سوتر)

اسی طرح قرآن نے اس کو اس انداز میں کہا ہے "لاالہ الا اللّٰہ" کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے۔

دوسری جگہ آپ کے یہاں کہا گیا ہے۔

"اِیکَمْ اِیوَمْ اَدُوتِییَمْ" وہ ایک ہی ہے اس کا کوئی ثانی نہیں۔

اسی طرح قرآن نے کہا" وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ" اور وہ ایک ہے

اس کا کوئی ساجھی نہیں۔

پھر مخاطب کہے گا کہ اللہ کو تو ایک ہم بھی مانتے ہیں (اگر سناتن دھرمی ہوگا تو کہے گا) کرشن بھگوان اور سارے دیوی دیوتاؤں کے نام لے کر کہے گا کہ یہ سب اس پرمیشور کے اوتار ہیں (یعنی وشنو کے اوتار ہیں) اب آپ اوتار واد کی تصحیح کیجئے اور صحیح اسلامی تصوّر پیش کیجئے اور کہئے کہ آپ کے یہاں کتابوں میں تو خود بھی مورتی پوجا سے روکا گیا ہے۔

سَتَسُ چتر شَرُ وَ سُتَماَ

ترجمہ: مورتی تو وہ ہے جو زندہ ہو۔ (رگ وید ۱/۵)

اسی طرح آپ کی کتابوں میں ہی دوسری جگہ کہا گیا ہے "نَستَــئِ پَرُتِما اَسُتِیُ یَسِّي نَامُ مَهُدِّ يُشَه"۔

اس کی کوئی شبیہ نہیں اس کا نام اعلا (مہان) ہے، یہی سب سے بڑی نیکی ہے۔

اسی طرح شری مدبھاگوت مہاپران میں کہا گیا ہے کہ "مٹی، پتھر وغیرہ کی مورتیاں دیو نہیں ہوتیں۔ (شری مدبھاگوت مہاپران ۳۴/۸۴/۱۰)

ویدک دھرم کی کتابوں میں شرک کے ساتھ ساتھ کچھ توحیدی شلوک بھی ملتے ہیں، ان کو بھی اسے بتایا جاسکتا ہے؛ لیکن ہمیں تو قرآنی تعلیمات ہی کو غالب رکھتے ہوئے ان کو صرف آغاز گفتگو کے لیے ویدوں کے حوالے کا استعمال کرتے ہوئے فوراً قرآنی مثالیں ہی پیش کرتے رہنا ہے، جس سے اس کا ذہن وحدت ادیان کی طرف منتقل نہ ہونے پائے کہ جب ہمارے یہاں بھی یہی ہے تو ہم اس تعلیم کو اپنالیں؟ اسے برابر کچوکے لگاتے رہیں کہ یہ ناقص اور بے بنیاد ہے۔

ان تمام دلیلوں کو دینے کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم سے روشناش کرائیں اور توحید کی ٹھوس حقیقت کی طرف متوجہ کریں تو بہت ممکن ہے، کہ کچھ لوگ کہیں کہ ہم یہ سب نہیں مانتے، صرف ایک اللہ ہی کو تو ہم بھی مانتے ہیں، تو انھیں اس اللہ کی ربوبیت اور الوہیت کے ساتھ اسماء الصفات کی طرف متوجہ کریں کہ وہی تنہا تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتا ہے، وہی سب کا پالنہار اور موت کا دینے والا ہے، اس کی قدرت تمام چیزوں پر محیط ہے، وہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ وہ کسی میں حلول کرتا ہے اور نہ کسی کی شکل اختیار کرنے کی اسے ضرورت ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا، بیٹی ہے، وہ ان سب چیزوں سے پاک ہے اور یہ سب اس کی شان کے خلاف ہے، وہ تو صرف اپنا پیغام پہونچانے کے لیے رسولوں یعنی سندیش واہکوں کو بھیجتا تھا، جو انھیں کی زبان بولتا ہوا آتا، تاکہ لوگوں کو ان کے اصلی مالک کا تعارف کراکے اس کی طرف سے آئے ہوئے گیان کو انھیں بتائے، ممکن ہے کہ اس دیش میں بھی سندیشٹا آئے ہوں گے اور انھوں نے بھی کچھ علم (گیان) دیا ہوگا، لیکن اس میں خودغرض (سوارتھی) لوگوں نے اس اصلی گیان (علم) کو باقی نہیں رکھا اور اسمیں مختلف تبدیلیاں کرڈالیں، جس کی تصدیق آپ کے بڑے بڑے گیانی لوگ کرتے ہیں، اب اصلی گیان کا نکالنا بھی مشکل ہوگیا ہے کہ اتنے زیادہ لوگوں نے شلوک بڑھا دیے ہیں۔

لیکن اب ذرا آپ قرآن پر غور کریں تو معلوم یہ ہوگا کہ ۱۴ / سو سال میں ایک حرف کی بھی کیا ایک نقطے کی بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔

لیکن ہاں آپ کی کتابوں سے وہ چیزیں لی جاسکتی ہیں جو قرآن سے ملتی جلتی ہوں، اس لیے کہ قرآن ہی معیار بن سکتا ہے، اس سے پہلے کی سبھی کتب مذاہب میں تبدیلی آچکی ہے، تو کوئی کتاب قابل معیار قرار نہیں دی جاسکتی۔

ایک بات قابل غور یہ بھی ہے کہ اس زمین پر جو دھرم (دین) سب سے پہلے آیا وہ اسلام یعنی "سَــرُو سَمَــر پَــڑ" دھرم ہی تھا، اسلام عربی زبان کا لفظ ہے جسے ہر نبی اپنی ہی زبان میں منتقل کرکے بولتا رہا، جس سے اب سننے والے کو بھرم ہوجاتا ہے کہ دھرم بہت سے تھے، اسلام تو بعد میں آیا ایسا نہیں ہے بلکہ نسل انسانی کا ایک ہی دھرم ہے جو اپنے مالک کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا طریقہ بتاتا ہے۔

یہ فطرت کے عین مطابق بھی ہے کہ جب ہم سب کا مالک ایک ہے اور سارے انسان اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں تو اسے زندگی گزارنے

کا ایک ہی راستہ بھی بتلانا چاہئے، ورنہ کسی کو کوئی دھرم اور کسی کو کوئی دھرم دے کر الجھانا تو اس کے عدل کے خلاف ہوگا، اس کی طرف سے آنے والا علم تو ایک ہی ہونا چاہئے، اب آپ کہیں گے کہ ہمارا دھرم سب سے اچھا ہے، اس میں بھی اچھی چیزیں ہیں اور آپ کے یہاں بھی اچھی چیزیں ہیں، لہٰذا آپ اسے مانیں ہم اسے مانتے ہیں، راستہ الگ الگ ہے، جانا ایک ہی جگہ ہے تو یہ جملہ بھی خلاف عقل ہے، سچائی (ستیہ) ایک ہی ہوتی ہے، جھوٹ بہت سے ہوسکتے ہیں، اس لیے اگر ہم سیدھے اور سچے راستے کو تلاش نہیں کریں گے تو منزل سے قریب ہونے کے بجائے مزید دوری بڑھتی جائے گی، تو پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے اور منزل بھی نہیں مل پائے گی اور رات کا اتنا اندھیرا اور تھکن کا یہ حال ہوجائے گا کہ واپسی بھی دشوار ہوجائے گی، نتیجہ یہ ہوگا کہ بھوک پیاس اور کسی جانور کا لقمۂ اجل بننا پڑے گا، اب آپ کہیں گے کہ آپ تو دھرم بدلوانا چاہتے ہیں، آپ کی کوئی بات سن لے تو دھرم ہی بدل جائے گا، تو پھر متوجہ کریں کہ بھائی ہم آپ کا دھرم ہرگز نہیں بدلوانا چاہتے ہیں بلکہ اس پرانے اور اصلی دھرم پر لانا چاہتے ہیں، جسے آپ نے چھوڑ کر "مَتْ مَتَانتَر" اختیار کرلیا ہے، اور ایک مصنوعی دھرم گڑھ لیا ہے، ہم آپ کو اس سے نکال کر آپ کے باپ حضرت آدم (آدی مانو) کے دھرم پر لانا چاہتے ہیں، جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لیے مکمل طور پر پیش کردیا ہے، اس لیے ہم کو اس اللہ کے سامنے اپنا سر جھکانا چاہئے، جس طرح مورتی پوجا غلط ہے اسی طرح تعزیہ پوجا، یا قبر پوجا بھی غلط ہے، دنیا کی تمام مخلوق اس خالق کی محتاج ہیں، کیا وہ جس نے سب کچھ پیدا کیا ہو اور جس نے کچھ بھی نہ پیدا کیا ہو، دونوں برابر ہوسکتے ہیں، ہرگز نہیں۔

ان تمام دلائل کے بعد امید ہے کہ وہ توحید کا قائل ہوجائے گا، اب اسے بتائیں کہ وہی اللہ ہے جس نے تمام اشیاء کو عدم سے وجود بخشا، وہی مرنے کے بعد حاکم بھی ہوگا، وہ جسے چاہے گا معاف کرے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا، وہ قادر مطلق ہے، اگر وہ شخص آریہ سماج سے منسلک ہوگا تو ان باتوں کو قبول کرنے میں تردد کرے گا اور مختلف قسم کے سوالات کرے گا اور وہ کہے گا کہ پہلے سے اللہ موجود تھا اور آتما (یعنی روح) موجود تھی اور مادہ موجود تھا وغیرہ۔

لیکن آپ کو حکمت اور وسیع مطالعہ کے تحت رگ وید 129-10 سے اور مختلف جگہوں سے اس قسم کے سوالات کے جواب دینے ہوں گے جن کی تفصیلات کے ذکر کرنے کا یہاں موقع نہیں۔

﴿بقیہ صفحہ ۴۲ کا﴾ کہ انہوں نے فلسفہ کو اسلام کے سانچے میں ڈھال کر فلسفہ ہی کے ذریعہ ان نظریات کا مقابلہ کیا تھا، جن سے اسلام کو مٹانے کی کوششیں کی جارہی تھیں، لہٰذا ہمیں بھی "الحکمۃ ضالۃ المؤمن" کے تحت پوری تیاری کے ساتھ میدان میں آنا چاہئے اور مدارس اسلامیہ میں سائنسی علوم کو بقدر ضرورت داخل نصاب کرنا چاہئے، تاکہ ان اسلامی مراکز سے مرد مومن کی صفات کے حامل افراد تیار ہوکر نکل سکیں اور وہ اس صدا کے مصداق ہوسکیں۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

لیڈی انگلش ٹیچر کی ضرورت

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے تحت چلنے والے لڑکیوں کے ادارہ ''جامعۃ فاطمۃ الزہراء للبنات'' میں فوری طور پر انگریزی پڑھانے والی ایک ایسی ٹیچر کی ضرورت ہے، جو انگریزی زبان پر عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ تدریسی ذوق رکھتی ہو۔

خواہش مند معلمات اپنے تمام تر اسنادی کاغذات کے ساتھ ناظم ادارہ سے رابطہ قائم کریں، واضح رہے کہ ہمارے یہاں پردے کے ساتھ رہائش کا معقول انتظام ہے، تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔

رابطے کا پتہ

ناظم جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)
فون نمبر: 0132-2775452
9758915267 9719831058

اقبالیات

اے حلقۂ درویشاں وہ مرد خدا کیسا

محمد بدیع الزماں، ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پھلواری شریف پٹنہ

اقبالؒ اپنے نصب العینی انسان کو کئی ناموں سے پکارتے ہیں جیسے مرد قلندر، مرد درویش، مرد فقیر، مرد حر وغیرہ، مگر یہ سب ''مرد مومن'' کے احوال و مقامات کی مختلف شانوں ہی کی غمازی کرتے ہیں، یا یوں کہیں کہ ''مرد مومن'' کے تیور ہی کے یہ کئی روپ ہیں، اقبال کے نظام تسمیہ میں ایسا ہی ایک نام ''مرد خدا'' ہے جو ''مرد مومن'' کی شخصیت کے مترادف ہے، جس نے اپنی انا اور اپنی خودی کا استحکام ''عشق''، یعنی جذب کر لینے والے عمل کی طاقت کو نشو و نما دے کر لیا ہے، جس جذب کرنے والے عمل کا سبق اسے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت میں ملا۔

اس ''مردِ خدا'' کے لیے عشق ایک بنیادی جذبۂ حیات اور تخلیقی فعلیت کا محرک ہے، ''ذکر'' اور ''فکر'' کے اختلاط سے ''مردِ مومن'' کی جو تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے، اسے اقبال ''مردِ خدا'' کے لقب سے نوازتے ہوئے ''بال جبریل'' کی غزل دوم میں ''حلقۂ درویشاں''، یعنی صوفیوں سے پوچھتے ہیں: ؎

اے حلقۂ درویشاں وہ مرد خدا کیسا
ہو جس کے گریباں میں ہنگامۂ رستاخیز
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز

چونکہ اقبال کے فکری نظام میں فقر بنیادی اہمیت کا حامل ہے، جس کے ڈانڈے عشق سے جا ملتے ہیں اور جہاں عشق اور خودی کے تصورات باہم شیر و شکر نظر آنے لگتے ہیں، اس لیے اقبال مندرجہ بالا استفسار کے قبل ہی کے شعر میں پہلے یہ تاسف کرتے ہیں ؎

اب حجرۂ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی
خونِ دل شیراں ہو، جس فقر کی دستاویز

اقبال کے فلسفہ میں فقر دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے، یعنی ''ذکر'' اور ''فکر''، اسلام جس فقر کی تعلیم دیتا ہے، وہ انہی دونوں چیزوں کے امتزاج سے تشکیل پاتا ہے، جس امتزاج کا مجسمہ ''مرد خدا'' ہے، یعنی وہ اللہ سے شدید محبت کرتا ہے (سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۵) اور چونکہ سورۃ آل عمران کی آیات ۳۱ اور ۳۲ رکے بموجب خدا نے اپنی محبت کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مشروط کر دیا ہے، اس لیے اسوۂ حسنہ (سورۃ الاحزاب، آیت ۲۱) کی پیروی ہی اس کے لیے مشعل راہ ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی عقل خداداد سے کام لے کر کائنات پر بھی غور و فکر کرتا ہے اور تحقیق سے کام لے کر عناصر پر حکمرانی کرتا ہے۔

''مردِ خدا'' چونکہ عشق رسول کا مظہر ہے اور چونکہ اس کا ہر عمل اسی عشق سے فروغ پاتا ہے، اس لیے اس کے ہر نقش میں رنگ دوام اور ابدیت کی صفات پائی جاتی ہیں۔

اس کی مثال اقبال مسجد قرطبہ سے دیتے ہوئے ''بال جبریل'' کی نظم ''مسجد قرطبہ'' کے دوسرے بند میں کہتے ہیں: ؎

ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام
جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

''مردِ خدا'' میں یہ ساری طاقت صرف یقین کی بدولت پیدا ہوتی

ہے، جسے اقبال ''نقطۂ پرکارِ حق'' قرار دیتے ہوئے اس نظم کے پانچویں بند میں کہتے ہیں: ؎

نقطۂ پرکارِ حق، مردِ خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

''یقین'' بھی ایک قرآنی اصطلاح ہے، ایمان کی اصل روح اعتماد کرنا ہے، یہ اعتماد ایک ایسی ہستی کے بارے میں ہوتا ہے، جس کو ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے، اس لیے اس میں یقین کا مفہوم پیدا ہوتا ہے، یہ یقین جو ایمان کا پہلا جزو ہے، خارج سے درآمد کی ہوئی کسی چیز کا نام نہیں؛ بلکہ اس حقیقت کا زندہ شعور ہے، جو انسان کی فطرت میں چھپی ہوئی ہے۔

اقبال عجمی تصوف سے ساری عمر نالاں رہے؛ کیونکہ ان کے نزدیک اس تصوف نے مسلمانوں کے سارے ترغیبِ عمل کے رجحانات کو فنا کرکے صرف اللہ اللہ کرنے کی ترغیب دی، یعنی صرف ''ذکر'' کی ''فکر'' کی نہیں۔ (دیکھیں سورۃ آل عمران آیات ۱۹۰ تا ۱۹۴)۔

چنانچہ ہندی وعجمی تصوف کے شکار ایسے ''مردِ خدا'' (یعنی مسلمان) کو اقبال ''ضربِ کلیم'' کی نظم ''ہندی اسلام'' میں صلاح دیتے ہیں کہ جب گھر ہی میں بیٹھنا ہے تو:

اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد
مسکینی و محکومی و نا امیدیٔ جاوید
جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد

اس نکتہ کو کہ ''جوشِ کردار'' یعنی عمل کے جذبہ میں وہ طاقت ہے کہ اس سے تقدیر کے اسرار منکشف ہوتے ہیں، اس کی مثالیں اقبال نے ''بالِ جبریل'' کی نظم ''نپولین کے مزار پر'' میں سکندر و تیمور کی دی ہے مگر پھر نظم کا رخ اپنے فکری تصور کی طرف کھینچ کر کہہ اٹھتے ہیں:

صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر
جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز

''مردانِ خدا'' کی ترکیب سے اقبال کا ایک اور شعر ''ضربِ کلیم'' کی نظم ''جاوید سے'' کے پہلے بند میں ہے، جس میں وہ اپنے لڑکے جاوید اقبال کو (جو کئی سال قبل پاکستان سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدہ سے ریٹائر ہوچکے ہیں) تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''مردانِ خدا'' یعنی بزرگانِ دین کی محبت اختیار کرو، کہتے ہیں۔ ؎

دربارِ شہنشہی سے خوشتر
مردانِ خدا کا آستانہ

''ضربِ کلیم'' میں اقبال کی ایک نظم ''مردانِ خدا'' ہے جس میں اقبال نے ''مردانِ خدا'' کو ''بندۂ حُر'' کے لقب سے بھی نوازا ہے اور مردانِ خدا کی یہ شان بیان فرمائی ہے۔

وہی ہے بندۂ حر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری
ازل سے فطرتِ احرار میں ہیں دوش بدوش
قلندری و قبا پوشی و کلہ داری
زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انھیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری
وجود انھیں کا طوافِ بتاں سے ہے آزاد
یہ تیرے مومن و کافر تمام زناری

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی، دعوتی تاریخی معلوماتی، ادبی اور اصلاحی رسالہ ہے، اسے خود بھی پڑھئے اور اپنے زیادہ سے زیادہ احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے اس کی سال بھر کی ممبری فیس صرف ۱۰۰/روپیہ ہے۔ (ادارہ)

فلکیات

تیسری اور آخری قسط

اسلامی دنیا کی رصدگاہیں

محمد زکریا ورک (کینیڈا)

سمرقند کی رصدگاہ: سلطان تیمور (1369-1405ء) کے دور میں سمرقند ایک اہم علمی ثقافتی سینٹر تھا، سلطان تیمور نے یہاں 1402ء میں ایک رصدگاہ تعمیر کروائی، تیمور کے پوتے محمد طرگے الوغ بیگ (1394-1449ء) کے دور حکومت میں اس رصدگاہ میں سائنسی کام عروج کو پہنچ گیا، الوغ بیگ خود ایک ممتاز سائنسداں تھا جو ریاضی اور ہیئت کے مسائل حل کرنے میں خاص دلچسپی لیتا تھا، جمشید الکاشی، قاضی زادے الرومی اور علی کوشجی (م 1474ء) یہاں کے نامور ماہرین فلکیات تھے، الوغ بیگ یہاں کا صاحب الرصد (ڈائریکٹر) تھا، الوغ بیگ نے جو زیج تیار کی اس کا نام زیج الگورگانی ہے، یہ زیج لاطینی اور فارسی میں 1650ء میں جان گریوز (John Greaves) نے شائع کی تھی، جب کہ سیڈے لاٹ (Sedillot) نے اس کا فرنچ میں ترجمہ پیرس میں 1846ء میں کیا، الوغ بیگ نے آلات رصد پر ''رسالہ فی آلات رصد، زیب قرطاس کیا جس کا مسودہ رضالائبریری رام پور انڈیا میں محفوظ ہے، الوغ بیگ نے فکسڈ سٹارز کے مشاہدات یہاں سات سال تک 1430-1437 کئے، یہ رصدگاہ تیس سال تک کام کرتی رہی۔

رصدگاہ کی گول شکل کی عمارت بہت وسیع و عریض تھی، جس میں Meridian arc پتھر سے بنائی گئی تھی، یہاں دس اجرام فلکی کے ماڈل (نقوش دلپذیری) کے علاوہ سیاروں اور غیر متحرک ستاروں کے بھی ماڈل تھے، ایک ارضی گلوب میں زمین پر موجود سمندر، صحرا، پہاڑ اور اقلیم دکھائے گئے تھے۔

1908ء میں روسی سائنسدان جٹکن (Vjatkin) نے اس رصدگاہ کے سب سے اہم آلہ Meridian arc کی بنیادیں زمین کھود کر تلاش کیں، رصدگاہ کی بڑی عمارت 85 میٹر اونچے پہاڑ پر تھی جب کہ عمارت کی اونچائی 30 میٹر تھی، الوغ بیگ کی وفات کے پچاس سال بعد یہ عمارت منہدم کردی گئی، تاکہ یہاں سے سنگ مرمر کسی اور جگہ استعمال کیا جاسکے، یہاں پر استعمال ہونے والے ایک آلہ کا نام السدس الفخری تھا الکاشی کا کہنا ہے کہ جو دیگر آلات یہاں پر تھے ان میں محل کی دیوار پر بنی سن کلاک، واٹر کلاک اور اصطرلاب تھے، ہندوستان کے راجہ جے سنگھ (1686-1743) نے جو اسٹرانومیکل ٹیبلز تیار کیے ان کا نام زیج محمد شاہی ہے، جو سلطان محمد شاہ (1719-48ء) کے نام سے معنون تھے، زیج کے پیش لفظ میں راجہ نے ایسے آلات رصد کا ذکر کیا ہے جو سمرقند میں تیار کئے گئے تھے، (سدس الفخری، آلہ الشمیلہ، آرمیلری سفیئر) راجہ نے اسٹار کیٹالاگ بھی تیار کی تھی۔

استنبول کی رصدگاہ: یہ رصدگاہ مصر کے عالم بے بدل تقی الدین ابن معروف کی تجویز پر ترکش سلطان مراد (1574-95ء) نے تعمیر کروائی تھی، تعمیر کا کام 1577ء میں مکمل ہوا، جب مشہور دم دار ستارہ آسمان پر نمودار ہوا تھا، تقی الدین اس کا ڈائریکٹر تھا، رصدگاہ کا ڈیزائن بہت عمدہ تھا، جس میں مین بلڈنگ، ہیئت دانوں کے لیے رہائش گاہ، انتظامی دفاتر اور ایک لائبریری شامل تھی، فلکی مشاہدات کے لیے ایک مینارہ اور ایک گہرا کنواں تھا، جہاں دن کے وقت ستاروں کے مشاہدات کیے جاتے تھے، بدقسمتی سے یہ رصدگاہ شیخ الاسلام قاضی زادے کے مشورے پر سلطان مراد نے 1580ء میں منہدم کروادی، اس کی بڑی وجہ

مذہبی تعصب اور سائنس سے منافرت تھی۔

تقی الدین نے دنیا کے طول بلد اور عرض بلد یہاں پر تیار کیے، یہاں پر کمپاس اور رولر استعمال کیے گئے وہ پورٹیبل تھے، اس کے سائنسی اسٹاف میں پندرہ اسٹرانومر شامل تھے، جو آلات یہاں استعمال کیے وہ مندرجہ ذیل ہیں: Armillary sphere,mural quadrant,ruler,ruler quadrant, instrument with holes for measuring eclipses,a mechanical clock with a train of cog wheels,instrument to determine equinoxes. یہ آلات رصد ان آلات سے مشابہت رکھتے ہیں جو ٹائیکو برائے نے ڈنمارک کی رصدگاہ میں استعمال کیے تھے، الوغ بیگ کی زیج پر یہاں نظر ثانی کی گئی۔

یورپ پر اسلامی اسٹرانومی کا اثر:

یورپ میں اس کے بعد جو رصدگاہیں تعمیر ہوئیں وہ مسلمانوں کی رصدگاہوں کے ماڈل پر بنائی گئیں تھیں، جرمنی کے بادشاہ ولہم چہارم نے ہیسی (Hesse) کے شہر میں جو کاسل رصدگاہ (1561) بنوائی وہ پہلی رصدگاہ تھی جو اسلامی رصدگاہوں کے ہم پلہ تھی، اس کے بعد دوسرے شہروں میں رصدگاہیں بنیں، جیسے پیرس (1666ء) گرین اچ (1675) لیڈن (1632) کوپن ہیگن (1637) ان رصدگاہوں سے پہلے ٹائیکو براہے بھی دو رصدگاہیں ڈنمارک کے جزیرہ ہوین (Island of Hveen) میں تعمیر کر چکا تھا، کاسل رصدگاہ میں آرملری سفیئر استعمال کیا گیا وہ ابھی تک ماربرگ کے شہر میں محفوظ ہے، ولہم چہارم نے 1558ء میں ایک دم دار ستارے کا مشاہدہ جس اسٹرومنٹ سے کیا اس کا نام Torquetem ہے اس نے آزیمتھ کواڈرنٹ بھی استعمال کیا، جو ہر اسلامی رصدگاہ میں استعمال کیا جاتا تھا۔

گرین اچ رصدگاہ میں جو سیکس ٹینٹ استعمال کیا گیا اس کا قطر سات فٹ تھا، دو پینیڈ ولم کلاک جان فلیم سٹیڈ نے یہاں مہیا کی تھیں اس کے علاوہ یہاں ایک تین فٹ اونچا کواڈرنٹ اور ٹیلی اسکوپ بھی تھی، پیرس کی رصدگاہ میں ایک بہت گہرا کنواں تھا، جہاں سے دن کے وقت اجرام فلکی کے مشاہدات کیے جاتے تھے، یہاں ایک نو فٹ قطر والا کواڈرنٹ اور چھ فٹ والا سیکس ٹینٹ بھی تھا۔

اسلامی رصدگاہوں کی طرح یہاں پرانے اسٹرانومیکل پر نظر ثانی کی گئی یا پھر نئے تیار کیے گئے، مثلاً ٹائیکو براہے کہ زیج پر گرین اچ میں نظر ثانی کی گئی، ٹائیکو براہے نے بہت سارے انسٹرومنٹ جو اپنی رصدگاہوں یورانے برگ (1575) جرنے بورگ (Stjerneborg 1584) میں استعمال کیے وہ اسلامی تھے، جیسے Mural Quadrant, wooden quadrant, brass azimuth quadrant, armillary sphere,& the parallactic ruler۔ سمرقند کی رصدگاہ میں سیڑھیاں تھیں، براہے کی رصدگاہ میں بھی سیڑھیاں تھیں، مراغہ کی رصدگاہ میں ایک کیمیکل لیبارٹری تھی، براہے کی رصدگاہ میں بھی لیبارٹری تھی، کوپرنیکس نے ایک انسٹرومنٹ استعمال کیا Revolving parallactic ruler ایسا ہی آلہ رصد مراغہ کی رصدگاہ میں استعمال کیا گیا تھا، جمشید الکاشی نے ایسے گھومنے والے رولر کا ذکر کیا ہے۔

بارہویں صدی میں یورپ میں جس نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا، اس میں ٹولیڈو کے شہر میں ہونے والے عربی کتابوں کے تراجم نے بہت مؤثر کردار ادا کیا، عربی میں لکھی جانیوالی صدیوں سائنسی کتب کے تراجم لاطینی، عبرانی، اطالین، کاسٹیلین زبانوں میں کئے گئے، مثلاً صرف ایک عالم جیرارڈ آف کریمونا نے 72 عربی کتابوں کے تراجم کیے اقلیدس کی عناصر کا مؤلف خواجہ نصیر الدین الطوسی تھا، یہ کتاب عربی متن میں روم سے سولہویں صدی میں شائع ہوئی، الطوسی کے ٹریگا نومیٹری اور جرمنی کے سائنسداں جوہان مولر (1436-76) میں حد درجہ مشابہت پائی جاتی ہے، مراغہ کے سائنسدانوں کے ریاضیاتی آئیڈیاز کی رمق کوپرنیکس کی کتابوں میں ملتی ہے، مثلاً اس نے مرکری اور مون کے جو ماڈل تیار کئے وہ ہو بہو وہی تھے جو ابن شاطر نے تیار کئے تھے، اس موضوع پر انٹرنیٹ پر بہت مفید معلومات دستیاب ہیں جس کے لیے الگ مضمون کی ضرورت ہے۔ ایک سائنسی مؤرخ ای ایس کینیڈی

کوپرنیکس کی لونرتھیوری ماسوا چند معمولی باتوں کے وہی تھی جو ابن شاطر کی تھی، کوپرنیکس نے ایک آلہ ٹورکیٹم استعمال کیا جو الطوسی نے ایجاد کیا تھا، یہ آلہ رصد پورے یورپ میں استعمال کیا جاتا تھا، قطب الدین شیرازی نے لمبے مشاہدات کے بعد دعوی کیا کہ عطارد (مرکری) کے اوصاف ویسے ہی ہیں جیسے کہ زہرہ سیارے کے، یہی دعوی جرمن ہیئت داں جان میولر نے صدیوں بعد کیا، کیا یہ علمی سرقہ کی واضح مثال نہیں؟

مسلمان اسٹرانومرز نے جو ستارے دریافت کیے ان کے نام ان کے دریافت کرنے والوں کی یاد تازہ کرتے ہیں، عقرب، الجدی، ذنب، فرقد، القائد، الدبران، الجنیب، الغول، الطائر وغیرہ، انٹرنیٹ پر راقم نے پانچ صد کے قریب ستاروں کے نام عربوں سے منسوب دیکھے ہیں، اسی طرح ہیئت کی درج ذیل اصطلاحات بھی ابھی تک مستعمل ہیں، Nadir, zenith,almanac azimuth چاند کے فرضی حصہ Sea of Nectar کے دو حصے البتانی اور ابولفداء کے نام منسوب ہیں، جب کہ Sea of clouds کا ایک حصہ اندلس کے اسٹرانومر الزرقلی کے نام سے منسوب ہے۔

اسلامی انسٹرومنٹ کی جدید کیٹیلاگ:

فرانکفرٹ یونیورسٹی کے انسٹی ٹیوٹ فار دی ہسٹری آف سائنس میں عہد وسطی کے اسلامی اور یورپین انسٹرومنٹ کی کیٹلاگ تیار کی جارہی ہے، یہ کیٹلاگ آلات رصد کی اقسام کے مطابق ترتیب دی جائیگی، اس میں 560 اصطرلاب (تین صد اسلامی اور ڈھائی سو یورپین) 250 کواڈرنٹ، سن ڈائیل اور دیگر آلات کی تفصیل دی جائے گی، سائنسداں ان پرانے آلات رصد کو کھول کر ان کا معائنہ کرنے کے ساتھ ان کا موازنہ دیگر آلات سے کررہے ہیں، ان کی تصاویر بھی کیٹلاگ میں دی جائیں گی۔

کیٹلاگ کی ترتیب کچھ یوں ہے، عہد اول کے مشرقی اصطرلاب، عہد آخر کے مشرقی اصطرلاب، ایسٹرن کواڈرنٹ، مشرقی سن ڈائیل، دیگر مشرقی آلات رصد، یورپین اصطرلاب، یورپین سن ڈائیل اور متفرق یورپین آلات، لاہور میں جو اصطرلاب بنائے گئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے: دو اصطرلاب اللہ داد نے بنائے 1484ء۔ عیسی ابن اللہ داد نے جو اصطرلاب بنائے 1604ء۔ عبدالقادر محبّ نے جو اصطرلاب بنائے (فرانکفرٹ میں محفوظ)۔ قائم محمد بن عیسی نے جو اصطرلاب بنائے 1527ء۔ محمد مقیم ابن عیسی نے جو اصطرلاب بنائے 1559ء (گرین اچ میں محفوظ)۔ ضیاءالدین محمد ابن قائم نے جو اصطرلاب بنائے، 1583ء (ضیاءالدین کا بنایا ہوا اصطرلاب میں نے شکاگو کے ایڈلر Adler میوزیم میں بھی دیکھا تھا، یہ رام پور اور جے پور میں بھی ہیں)۔ جمال الدین ابن محمد مقیم نے جو اصطرلاب بنائے۔

غرضیکہ کہ سائنس کی اہم شاخ ہیئت جس کو کوئین آف سائینسز بھی کہا جاتا ہے، اس میں مسلمانوں کے کارنامے سنہرے الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہیں، سائنس ہماری گم شدہ میراث ہے، اس کے حصول میں ہم سب کو کوشاں ہونا چاہئے، حکمت (سائنس) واقعی مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے اس کا حاصل کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔

/////☆☆☆/////

نقوش اسلام آپ کو مل رہا ہے؟

اگر ماہنامہ نقوش اسلام آپ کو ہر ماہ پابندئ وقت سے مل رہا ہے تو پھر ہر شمارہ ملنے پر اس کی اطلاع دینا اپنا اخلاقی فرض سمجھئے۔ اور اگر کسی ماہ کا رسالہ آپ کو نہیں ملا ہے تو اس کے متعلق پہلے اپنے قریبی ڈاکخانہ سے معلوم کیجئے چونکہ بسا اوقات ڈاک کی بدنظمی تاخیر کا سبب بنتی ہے، اس کے باوجود بھی اگر رسالہ آپ کو نہ مل سکے تو آپ انگریزی مہینہ کی ۸؍ تاریخ کے بعد بذریعہ فون ادارہ سے رابطہ قائم کیجئے، انشاءاللہ ادارہ آپ کی مشکلات کا حل تلاش کرے گا۔ (سب ایڈیٹر)

رابطہ کے لیے

9758636871

مکتوبات اکابر

مکتوبات فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ ایک نیازمند کے نام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی شہرت کا سکہ جامعہ بیت العلوم پھلی مزرعہ کی طالب علمی کے زمانہ میں دل ودماغ میں بیٹھ گیا تھا، حضرت مولانا مدنی راقم کے نزدیک پہلے بزرگ ہیں جن کی شہرت اور جن کا نام سب سے پہلے کانوں میں پڑا، جامعہ بیت العلوم پھلی مزرعہ کے سالانہ جلسوں میں حضرت تشریف لاتے تھے، بلکہ وہاں کا سالانہ جلسہ اکثر حضرت مدنی کی زیر صدارت ہی ہوتا تھا، اس لیے وہاں حضرت مدنی کے خطاب کئی بار سننے کا موقع ملا اور زیارت بھی کئی بار ہوئی، حضرت مدنی کو بہت سے خطوط بھی تحریر کیے مگر چونکہ حضرت مولانا مدنی اکثر اسفار میں رہتے تھے، اور راقم خطوط دیوبند کے پتے پر ارسال کرتا تھا، اس لیے بہت سے خطوط کے جوابات بھی نہ آسکے، البتہ احقر کے کاغذات میں حضرت مدنی کے تین ہی خطوط محفوظ ہیں، حضرت کا پہلا جواب اس وقت آیا جب احقر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیر تعلیم تھا، احقر نے حضرت والا کو ایک خط تحریر کیا، جس میں اپنے ندوہ میں داخلے کی اطلاع دی، وہاں کے تعلیمی ماحول سے مطلع کیا، اور پھر اپنے لیے دعاؤں کی درخواست کی اور حضرت سے نصیحت طلب کی، جس پر حضرت مدنی کا یہ جوابی مکتوب شرف صدور ہوا۔

(۱) ۷۸۶

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، مدرسہ کا احترام، علم کا ادب، اساتذہ کرام کی دل میں عظمت واکرام اوران کی خدمت کا جذبہ اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اگر ہم کو یہ تینوں عطا فرمادے، تو بڑی سے بڑی باطل (طاقت) کو ان شاء اللہ تعالی ہم پاش پاش کرسکتے ہیں اور کامیابی ہمارے قدم چومے گی، بس علم پر نہایت شوق سے محنت کریں، مجھ کو بھی اپنی دعوات صالحات میں فراموش نہ فرمائیں۔ فقط والسلام

(جناب حضرت مولانا) سید اسعد مدنی (دامت برکاتہم)

۱۵/جون ۱۹۹۵ء بقلم خادم سید محمود احمد

مدنی منزل دیوبند، ضلع سہارنپور

پھر تین چار ماہ کے بعد حضرت مدنی کو ایک مکتوب تحریر کیا جس میں اپنے تعلیمی حالات لکھے اور حضرت مدنی سے دعا کی درخواست کی، جس پر حضرت مولانا مدنی کا مندرجہ ذیل جواب آیا:

(۲) ۷۸۶

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، دعا کرتا ہوں، اللہ تعالی آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرماوے، عالم باعمل بنائے اور دینی خدمات کے لیے آپ کو قبول فرمائے، اپنی رضا ومحبت نصیب فرمائے، مجھ کو بھی اپنی دعوات صالحات میں فراموش نہ فرمائیں۔ فقط والسلام

(جناب حضرت مولانا) سید اسعد مدنی (دامت برکاتہم)

بقلم خادم سید محمود

۲۹/اکتوبر ۱۹۹۵ء مدنی منزل دیوبند، ضلع سہارنپور

اس کے بعد حضرت مولانا مدنی کو ایک خط تحریر کیا، جس میں حضرت سے ملاقات کے اشتیاق کا اظہار کیا اور یہ معلوم کیا کہ حضرت کا دیوبند

کب قیام رہے گا اور اپنی کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' جو اسی وقت چھپی تھی، اس کی اطلاع دی اور اپنی تصانیف کے قبول ہونے کی دعا کی درخواست کی جس پر حضرت مولانا مدنی کا یہ جواب آیا:

(۳) ۷۸۶

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا، میں انشاء اللہ ۱۸ر دسمبر ۱۹۹۶ء کو دیوبند قیام کرونگا، رمضان شریف میرا بنگلہ دیش گزرے گا۔

دعا کرتا ہوں اللہ تعالی آپ کی تصانیف کو قبول فرماوے اور اپنی رضا نصیب فرماوے۔ آمین

مجھ کو بھی اپنی دعوات صالحات میں فراموش نہ فرماویں۔ فقط والسلام

(جناب حضرت مولانا) سید اسعد مدنی

بقلم خادم سید محمود

۱۳ر دسمبر ۱۹۹۶ء مدنی منزل دیوبند، ضلع سہارنپور

اس کے بعد حضرت مدنی کو کتنے خطوط لکھے، اس کا صحیح علم نہیں، چونکہ حضرت مدنی کے یہی تین خطوط میرے کاغذات میں سے نکلے، جن کو برکت کے طور پر اور اپنے لیے سرمایہ افتخار اور بزرگوں کی دعاؤں کا تحفہ سمجھ کر نقل کر دیا ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے۔

حضرت مدنی کے مہمان خانہ مدنی منزل دیوبند میں بھی کئی مرتبہ ٹھہرنے اور حضرت مدنی کا مہمان بننے کا موقع ملا، بلکہ شروع میں تو جب بھی دیوبند جانا ہوتا تھا تو قیام وطعام کے لیے مدنی منزل سے اچھا ٹھکانہ نہ ملتا تھا بلکہ بعض مرتبہ تو خود حضرت مدنی کے ساتھ دسترخوان پر شریک ہونے کا شرف نصیب ہوا، حضرت مدنی دسترخوان پر اس طرح بیٹھتے تھے کہ دسترخوان پر بیٹھے تمام مہمانوں کا حال معلوم ہوتا اور جس کو جس چیز کی ضرورت ہوتی فوراً اس کے سامنے وہ پیش کر دیتے، اس طرح حضرت مولانا مدنی کو قریب سے بھی دیکھنے کا موقع ملا، اللہ تعالی نے حضرت مولانا مدنی کو جن صفات عالیہ سے نوازا تھا، وہ کم ہی لوگوں کا حصہ بنتی ہیں۔

حضرت مدنی کو اللہ تعالی نے علم وعمل، شرافت ونجابت، صلاح وتقوی، وعظ وارشاد اور خطابت، انتظام وانصرام، سیادت وقیادت، حلم وتدبر، عقل وفہم، فکر ونظر، دور بینی ودور اندیشی، احقاق حق وابطال باطل، اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ، کلمۃ حق عند سلطان جائر کی جرأت جیسی موہوبی صلاحیتیں عطاء فرمائی تھیں، باطل ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا تھا، اور جس چیز کا فیصلہ لے لیتے اور اس کو حق سمجھتے تو وہ آخری، اٹل اور حتمی ہوتا تھا، اس کے لیے پوری جدوجہد کرتے تھے، اپنی سیاسی بصیرت کی بنا پر وہ راجیہ سبھا کے ممبر پالیمنٹ بھی رہے اور حکومتی سطح پر بھی ان کی باتوں کو تسلیم کیا جاتا تھا، وہ ملک میں کسی بھی طرح کی صورت حال کے بگڑنے پر متاثرین کی جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے بھر پور مدد کرتے تھے، اہل مدارس سے بھی برابر رابطہ رکھتے تھے اور روحانیت کے مریضوں کی شفایابی کے لیے خانقاہ بھی سجائے ہوئے تھے، حضرت مولانا مدنی وسیع الظرف انسان بھی تھے، جب احقر نے رجب ۱۴۲۱ھ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں ایک دینی دعوتی مرکز ''مرکز احیاء الفکر الاسلامی'' کے قیام کا منصوبہ بنایا اور حضرت مولانا مدنی کو بذریعہ فون اس کی اطلاع دی تو حضرت مولانا نے بہت سراہا اور دعائیں دیں جس سے حضرت کی عظمت دل میں اضعافا مضاعفہ ہوگئی۔

افسوس کہ ۲ر فروری ۲۰۰۶ء کو حضرت مولانا دہلی کے اپولو ہاسپٹل میں اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے اور مسلمانوں کو خاص طور سے ملت اسلامیہ ہندیہ کو آپ کے جانے سے بڑا بھاری نقصان ہوا، اللہ تعالی امت کو آپ کا نعم البدل عطاء فرمائے، ۳ر فروری کی صبح جنازے میں شرکت کے لیے دیوبند کا سفر کیا، مگر آدھے راستہ پر جا کر ایک ساتھی کا دیوبند سے فون آیا کہ جنازے کی نماز ہو چکی، چنانچہ تدفین میں شرکت نہ ہو سکی، جس کا افسوس رہا، پھر چند روز کے بعد دیوبند جانا ہوا اور مزار قاسمی میں حضرت کی قبر پر حاضری ہوئی اور ایصال ثواب کیا، اللہ تعالی حضرت مولانا کے درجات بلند فرمائے۔ اور ہم سیہ کاروں کو اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

/////☆☆☆☆☆//////

پیغام عمل

امن عالم اور اسلام

مولانا محمد خالد زاہد ندوی، مرکز الدعوۃ والتعلیم چھتمل پور

حق اور اہل حق کے ساتھ باطل کی ریشہ دوانی، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض وعناد اور حسد کا جذبہ اہل باطل میں ہمیشہ سے کارفرما رہا ہے، خاص طور سے یہود ونصاریٰ جن کی فطرت سے قرآن کریم نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ وہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک پوری دنیا ان کی متبع نہ بن جائے، چنانچہ قرآن کا ارشاد ہے "لن ترضى عنك اليهود و لاالنصارى حتى تتبع ملتهم" یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی سے یہودیوں کی یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کو ان کی اصل تہذیب وثقافت سے محروم کر کے ان کے تشخص کو مٹا دیا جائے، چنانچہ ایک طویل عسکری جنگ کی ناکامی کے بعد ذہنوں کو بدلنے کے لیے ان کی جانب سے فکری اور میڈیائی جنگ کا رخ اختیار کیا گیا، بنیاد پرستی، رجعت پسندی، اسلامی دہشت گردی اور اعتدال پسندی جیسی اصطلاحات وضع کی گئیں اور اسلامی تعلیمات کے معانی ومفہوم کو غلط انداز میں پیش کر کے اسلام کی شبیہ کو مسخ کیا گیا اور سیاست کو مذہب سے الگ کر کے نہ صرف لوگوں کو بدظن کیا گیا؛ بلکہ اس تأثر کو بھی عام کیا گیا'' کہ قیصر کا حق قیصر کو اور کلیسا کا حق کلیسا کو'' ہے اور دنیا کو اسلام سے بیزار کرنے کے لیے مغربی سیاست کے مشہور مقولہ ''جھوٹ اتنی شدت سے بولو کہ دنیا اسے سچ جان لے'' پر سختی سے عمل کیا گیا اور اب صورت حال یہ ہے کہ ماضی کی طرح موجودہ دور میں بھی اسی جذبۂ بغض وعناد کو جو باطل کا خاصہ ہے بھڑکایا جا رہا ہے اور ایک ایسے مذہب کو جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ومشتمل ہے، انسانیت کے احترام کا ضامن ہے، قتل وغارتگری، ظلم وستم اور فساد فی الارض کا مخالف اور روکنے والا ہے، دہشت گردی اور خوف وہراس پھیلانے والا مذہب قرار دے کر لوگوں کو اس سے دور رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے، حد یہ ہے کہ ہم جنس پرستی، زنا، لواطت کو قانونی جواز فراہم کر کے اخلاقی گندگی سے معاشرہ کو متعفن کرنے کو تہذیب وثقافت کا نام دے کر انسانی فکر کا مزاج بدلنے کے اقدامات کئے جا رہے ہیں اور اس بات سے جان بوجھ کر انحراف کیا جا رہا ہے اور لوگوں کو اس بات سے نہ صرف دور رکھا جاتا ہے بلکہ ان سے اس بات کو چھپایا جاتا ہے کہ عالمی امن وسکون اور انسان کی عزت ووقار کے حصول کے لیے انتہائی آسان اور خوشگوار راستہ صرف مذہب اسلام ہے، جو طہارت اور نفاست باطنی کا مذہب ہونے کے ساتھ امن وآشتی کا پیغام دینے والا مذہب ہے، مخلوق کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کرتا ہے اور اس ابدی زندگی کو پرسکون بنانے کے لیے اس مذہب سے بہتر کوئی بھی مذہب نہیں ہوسکتا جو انسانیت کو دوزخ کے جلتے انگاروں سے بچانے کی دعوت دیتا اور ابدی زندگی کے لیے راحت وسکون فراہم کرتا ہو، وہ کبھی ظن وگمان کو قابل حجت قرار نہیں دیتا "له دعوة الحق" وہ ایک حقیقت اور استحکام کی طرف بلاتا ہے، انسان کے پیدا کرنے والے کی طرف بلاتا ہے، انسان کو انسانیت کا پیغام دیتا ہے اور انسانیت سکھاتا ہے، وہ انسانی زندگی کے لیے خالق کائنات کا مقرر کردہ نظام ہے، اسلام درحقیقت ان احکام الٰہی کی مکمل اتباع اور فرماں برداری کا نام ہے، جو انبیاء اور رسل کے ذریعہ بندوں تک پہونچائے گئے جن میں زمانہ اور اقوام کی مکمل رعایت ہے، جس کی سب سے آخری کڑی خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے ذریعہ ایک کامل شریعت بھیجی گئی،

جس میں قیامت تک آنے والی ہر قوم، ہر زمانہ اور ہر علاقہ کے حالات اور تقاضوں کی رعایت ہے، اسی لیے اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا، بس انہیں کا طریقہ اب عنداللہ مقبول ہوگا۔

پچھلے نبیوں کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بھی خالص توحید، یوم آخرت پر ایمان، خیر خواہی، امن وآشتی، عدل وانصاف، اعتدال اور میانہ روی، حق تلفی سے گریز، ظلم وستم سے اجتناب اور انسانیت کے احترام پر مشتمل ہیں، بلکہ ادیان سابقہ کی بہ نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں یہ چیزیں اپنی انتہا اور کمال کے ساتھ موجود ہیں اور آج تو اسلام کے علاوہ کوئی ایسا مذہب ہے ہی نہیں جس میں خالص توحید کی تعلیم باقی ہو، اسلام تو ایک فطری مذہب ہے، جو تمام بنی نوع انسان کو ان کے حقیقی مولا اور ساری کائنات کے خالق ایک اللہ کو ماننے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اس کے ساتھ غیر کو شریک کرنے سے نہ صرف ان کو منع کرتا ہے، بلکہ اسے ظلم عظیم قرار دیتا ہے۔

اسلام کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ دین کے متعلق کسی جبر واکراہ کا قائل نہیں، چنانچہ ارشاد ہے "لا إكـراه فـي الدين" اسلام سادہ انداز میں کائنات میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اور "الـديـن الـنـصيحة" (دین خیر خواہی کا نام ہے) کے تحت اس کی تبلیغ کو لازم قرار دیتا ہے، کہ اللہ کے بندوں کو انصاف اور سچائی کا راستہ دکھایا جائے، اور ہدایت وگمراہی کے درمیان فرق واضح کر دیا جائے، حدیث پاک کی وضاحت کے مطابق ایمان کے ستر سے بھی زائد شعبے ہیں، جن میں سب سے بہتر اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور سب سے معمولی درجہ تکلیف دہ چیز کا راستہ سے ہٹانا ہے، سب سے اہم شعبہ اس ذات کے سامنے سر جھکانا ہے جس نے دنیا کی تخلیق کی اور دوسرا شعبہ یہ ہے کہ اس کے بندوں کو بلا امتیاز مسلک ومذہب اور بلا فرق رنگ وروپ ادنی سی بھی تکلیف اور اذیت نہ دی جائے، بلکہ اگر کسی چیز سے اذیت کا اندیشہ بھی ہو تو اس کو راستہ سے ہٹا دیا جائے، اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب عارضی دنیوی چیز کی اذیت سے بچانا ایمان کا معمولی سا تقاضہ ہے، تو بھلا ایک مؤمن مسلمان کب گوارا کرے گا، کہ اس کا بھائی دائمی اخروی اذیت میں مبتلا ہو، اس لیے اسے نجات کا راستہ بتلانا، امن وامان کی راہ دکھانا، عقل ودانش مندی کے موافق بھی ہے اور ہر مسلمان کا فریضہ بھی۔

اسلام او رجهاد:

دعوت جو کہ فطری عمل ہے اور جو مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے، اگر اس فطری عمل اور کار خیر (تبلیغ) کی راہ میں کوئی حکومت یا جماعت یا کوئی فرد رکاوٹ پیدا کرتا ہے یا جو لوگ اس راہ حق کو اختیار کر چکے ہیں انہیں آزادی سے رہنے نہیں دیا جاتا، ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں، ان کو ایذاء پہنچائی جاتی ہے اور ان کو اس راستہ سے ہٹانے کی کوشش کی جاتی ہے، تو اسلام دفاع کا حق اور ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی اجازت دیتا ہے، اس اجازت کو اصطلاحاً لفظ 'جہاد' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مقصد جهاد:

اسلام میں فرضیت جہاد کا مقصد کسی کو خوفزدہ کرنا یا کسی کو مرعوب کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کی غرض وغایت محض اعلاء کلمۃ اللہ ہے، اس میں کسی طرح کی نفسانیت اور ہوس کی گنجائش نہیں ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی عصبیت کے جذبہ سے قتال کرتا ہے، کوئی مال غنیمت کے حصول کے لیے جہاد میں شریک ہوتا ہے اور ایک آدمی تو محض شہرت کے لیے تو کس آدمی کو اللہ کے راستہ میں سمجھا جائے فرمایا: جو اس لیے قتال کرتا ہے، کہ اللہ کی بات بلند ہو، اس کا کلمہ رائج ہو، صرف وہی اللہ کے راستہ میں ہے، حقیقت یہ ہے کہ اسلامی جہاد میں نفسانیت یا کسی بھی دنیوی غرض کا دخل نہیں اور یہی وہ جہاد ہے جس کی فضیلت قرآن کریم یا احادیث رسول میں آئی ہے، اسلام نے ظلم وبربریت اور جارحیت کو مٹانے اور دور کرنے میں بھی عدل وانصاف کو ملحوظ رکھا اور اس کا پورا خیال کیا ہے کہ کسی معصوم پر ظلم اور انتقام کے جذبہ میں زیادتی نہ ہو جائے، اس طرح کی مثالیں بہت ہیں یہاں صرف ایک مثال پیش کی جا رہی ہے۔

غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ شہداء کے درمیان اس حالت میں پائے گئے کہ ان کا پیٹ چاک کر دیا گیا تھا اور ناک، کان کاٹ دئے گئے تھے، تشدد اور درندگی کا پورا پورا مظاہرہ کیا گیا تھا، اللہ کے رسول ؐ کو اس منظر سے شدید صدمہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس جگہ پر ستر آدمیوں کے ساتھ ایسی ہر حرکت کروں گا جو ان کے ساتھ کی گئی، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به ولئن صبرتم فهو خيرللصابرين" اگر آپ انہیں تکلیف دینا چاہیں تو اتنی ہی دیں جتنا آپ کو تکلیف پہنچائی گئی اور اگر صبر کریں تو وہ بہت اچھا ہے، چنانچہ آپ نے صبر کو اختیار کیا۔

پیغمبر علیہ السلام نے جن کو خالق کائنات نے تمام دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، جنگ کے موقع پر بھی عورتوں پر ہاتھ اٹھانے، بچوں کو قتل کرنے، بوڑھوں کو نشانہ بنانے، کھیتوں کو نقصان پہونچانے اور درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا ہے، اسلامی ریاست کے خلیفہ اول اور مزاج شناس سیدنا ابوبکر صدیق نے رومیوں کے مقابلہ پر لشکر اسامہ بن زید کو روانہ کرتے وقت جو نصیحت فرمائی تھی وہ پیام امن کی بہترین مثال ہے، فرمایا تھا دیکھو! خیانت نہ کرنا، عہد شکنی مت کرنا اور مثلہ (مقتولین کے ہاتھ، ناک، کان کاٹنا) نہ کرنا اور نہ ہی کسی بچے بوڑھے یا عورت کو قتل کرنا اور نہ باغات کو تباہ کرنا، نہ ان میں آگ لگانا، نہ کسی پھلدار درخت کو کاٹنا اور نہ بکری گائے، اونٹ وغیرہ کو بلا مقصد ذبح کرنا اور عنقریب تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنھوں نے اپنے آپ کو عبادت گاہوں کے لیے خاص کر لیا ہے، ان سے چھیڑ چھاڑ مت کرنا۔

دور حاضر میں حقوق انسانی کے علمبردار اور تہذیب وثقافت کے نام نہاد دعویدار اور اپنے سیاسی اغراض کے حصول کی خاطر ہزار ہا معصوم عوام کو لقمۂ اجل بنانے اور قتل وغارت گری اور فتنہ وفساد کے نت نئے طریقے ایجاد کرنے والے خونخوار جو اسلام کو دہشت گردی، بربریت اور تشدد کا مذہب قرار دیتے ہیں، تھوڑی دیر اس نصیحت اور واقعہ کو پڑھ کر غور کریں۔

☆☆☆☆☆☆

﴿بقیہ صفحہ ۱۲ کا﴾ تب پڑھیں گے، میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں، ایک صاحب مسلمان ہیں انہوں نے یہ کہا کہ جب اتنا ڈھیر سا دیں گے تب پڑھیں گے، اللہ میاں آپ کے پٹھے کے نیچے پیدا ہوئے تھے نہ کوئی جگہ ہے اللہ میاں جہاں پیدا ہوئے، ارے یہاں تو ہمارے برادران وطن کے جتنے معبود ہیں کہیں نہ کہیں پیدا ہوئے، پرکٹ ہوئے، تو کیا اللہ میاں بھی ویسے ہی ہیں، یہی یہاں رہتے ہیں، عقلیت تباہ ہوگئی، ہم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے، یہاں رہتے رہتے، اس لیے کہ یہاں شرک ہے اور کفر ہے، خرافات ہیں اور جہالات ہیں اور نہ جانے کیا کیا چیزیں ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے ذہن متأثر ہوگئے، اور جب آدمی غلام ہوتا ہے، تو اس کی ذہنیت خراب ہو جاتی ہے، تو آج ہم بھی یہاں رہتے رہتے کوئی ایسا گناہ اللہ میاں کے متعلق کریں، توبہ توبہ انا للہ وانا الیہ راجعون، ارے وہ دے یا نہ دے، مانے یا نہ مانے، ہمارا کام تو کرنا ہے بس اللہ کے علاوہ ہے کون؟ جس کے پاس جائیں۔

ایک بزرگ کے حج قبول نہ ہونے کاواقعہ :

ایک صاحب جو بزرگ تھے جب حج پر جانے لگتے تو کہتے، لبیک تو اوپر سے آواز آتی تھی کہ میں نے قبول نہیں کیا، برسہا برس پندرہ بیس سال سے یہی کہتے تھے، کہ لبیک اللہم لبیک اور اوپر سے صدا آتی تھی لا لبیک لا لبیک، قبول نہیں کیا میں نے نہیں کیا، ایک دفعہ ان کے مریدین بغل میں بیٹھے ہوئے تھے، جب انہوں نے لبیک کہا تو اوپر سے صدا آئی کہ ہم نے قبول نہیں کیا، تو انہوں نے کہا کہ حضرت جب اوپر سے قبول نہیں کرتے تو آپ حج کرنے جاتے ہی کیوں ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ان کے علاوہ کوئی اور در ہے جہاں میں جاؤں، وہ قبول کرے یا نہ کرے میرا کام تو ہے کرنا، میں کرتا رہوں گا پوری زندگی قبول نہ کرے، بس یہ کہا کہ اوپر سے آواز آئی کہ جتنے حج قبول نہیں کئے تھے سب قبول کر لئے، یہ ہے اصل بات جو میرے بھائیو! سمجھنے کی ہے، آج دنیا نے ہم سب کو تباہ کر رکھا ہے، اس لیے کہ دنیا کو ہم نے اپنے اوپر سوار کر لیا، دنیا کے اوپر سوار ہو کر زین اور لگام اپنے ہاتھ میں لے لیں پھر دنیا صحیح ہو جائے گی اور جہاں چاہیں آپ اس کو لے کر جائیں اور جیسا چاہیں اس کو استعمال کریں۔

آئین ھند

ساتویں قسط

ہندوستان کا دستور

تلخیص وترتیب: محمد ارشد فیضی

دستور ہند پر اجمالی گفتگو کی اس ساتویں قسط کے اندر ارکان کی نااہلیتیں، رکنیت کے لیے نااہلیتیں، ارکان کی نااہلیتوں سے متعلق تصفیہ طلب امور کا فیصلہ، نااہلیت میں نشست سنبھالنے پر تاوان، ممبروں کے حقوق واختیارات، قانون سازی کا ضابطہ اور رقمی بل کی تعریف جیسے عنوانات کے تحت، دستور ہند کا اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے۔ (ادارہ)

ارکان کی نااھلیتیں:

دستور ہند کی دفعہ ۱۹۰ر میں پوری وضاحت کے ساتھ یہ موجود ہے کہ کوئی بھی ایک شخص بیک وقت مجلس قانون ساز کے دونوں ایوانوں (مجلس قانون ساز اسمبلی، اور مجلس قانون ساز کونسل) کا رکن نہیں بن سکتا، اگر کسی شخص کو دونوں کا رکن بنا دیا جائے تو فوری طور پر اسے ان میں سے کوئی ایک سیٹ خالی کر دینی پڑتی ہے۔

اسی دفعہ کی شق نمبر۲ر میں یہ تفصیل بھی درج ہے کہ کوئی ایک شخص دو ریاستوں کی مجالس قانون ساز کا رکن نامزد نہیں کیا جا سکتا، اگر کسی کو دو یا دو سے زیادہ ریاستوں کی مجالس قانون ساز کا رکن نامزد کر دیا جائے تو آئینی نقطہ نظر سے دونوں ریاستوں کی نشستیں خالی قرار دی جائیں گی، الا یہ کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو متعین کر کے باقی تمام سیٹوں سے استعفی دیدے۔

ان تمام صورتوں کے علاوہ اگر مجلس قانون ساز کا کوئی رکن اپنی نشست کو چھوڑنے کی غرض سے اسپیکر، یا میر مجلس کو اپنی دستخطی تحریر کے ساتھ اپنا استعفی نامہ پیش کر دے اور اسے قبول کر لیا جائے تو اس صورت میں بھی مجلس قانون ساز کی اس نشست کو خالی قرار دیا جائے گا، اور اسے کسی دوسرے فرد کے ذریعہ پر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اسی طرح اگر مجلس قانون ساز کا کوئی رکن بغیر کسی اطلاع کے مسلسل ۶۰ ردنوں تک ایوان کے تمام اجلاسوں سے غیر حاضر رہے تو ایوان اس نشست کو خالی قرار دے دیتی ہے اور اسے کسی اور فرد کے ذریعہ پر کرنے کی کوشش کرتی ہے؛ لیکن وضاحت طلب بات یہ ہے کہ ان ساٹھ دنوں کی غیر حاضری میں وہ ایام شمار نہیں ہوتے جن میں ایوان برخواست ہو جائے یا متواتر ۴ ردنوں سے زیادہ ملتوی رہے۔

رکنیت کے لیے نااھلیتیں:

دستور ہند کی دفعہ ۱۹۱ر کے تحت ذکر کی گئیں تفصیلات کے مطابق ایسا شخص مجلس قانون ساز کا رکن بننے کا مستحق نہیں ہوتا جو:

۱- کسی ریاست کی حکومت کے تحت مجلس قانون ساز کی رکنیت کے علاوہ کسی دوسرے نفع بخش عہدے پر فائز ہو۔

۲- جو فاتر العقل ہو اور کسی عدالت مجاز کا اس کی بابت ایسا استقرار برقرار ہو۔

۳- جو غیر بری الذمہ دیوالیہ ہو۔

۴- جو بھارت کا شہری نہ ہو، یا اس نے کسی مملکت غیر کی رضا کارانہ شہریت حاصل کر لی ہو، یا پھر وہ کسی مملکت غیر سے اقرار وفاداری کا تعلق رکھے۔

۵- جو پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی قانون کے مطابق نااہل ہو۔

ارکان کی نااھلیتوں سے متعلق تصفیہ طلب امور کا فیصلہ:

دستور ہند کی دفعہ ۱۹۲ر کے مطابق اگر اس امر کی نسبت کوئی سوال

پیدا ہو جائے کہ کسی ریاستی مجلس قانون ساز کے کسی ایوان کا کوئی رکن دفعہ ۱۹۱/ر کے فقرہ نمبر ا/ر میں ذکر کردہ نااہلیتوں میں سے کسی نااہلیت کے تحت آ گیا ہے، یا نہیں، تو ایسی صورت میں یہ معاملہ فیصلہ کے لیے گورنر کے پاس بھیجا جائے گا، اور اس کی جانب سے جو بھی فیصلہ آئے گا اسے حتمی قرار دیا جائے گا۔

لیکن یہ بات واضح رہے کہ ایسے امور کا فیصلہ گورنر اپنی ذاتی رائے سے نہیں کرتا؛ بلکہ انتخابی کمیشن سے اس کے بارے میں مشورہ کیا جاتا ہے اور اکثریت کی رائے کے مطابق ہی فیصلہ ہوتا ہے، یہ تفصیل دفعہ ۱۹۲/ر کی شق نمبر ۲/ر میں موجود ہے۔

نااهلیت میں نشست سنبهالنے پرتاوان:

دستور ہند کی دفعہ ۱۹۳/ر کے مطابق اگر کوئی شخص کسی مجلس قانون ساز کا رکن بنا دیا جائے، مگر وہ دفعہ ۱۸۸/ر میں ذکر کردہ اصول کے مطابق حلف نامہ داخل نہ کرے، یا اسے اپنے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ اس عہدہ کا اہل نہیں ہے، تو پھر ایسی صورت میں وہ جتنے دنوں تک ایوان کی نشست سنبھالے گا، اسے ہر دن کے بدلے ۵/سو روپئے کا تاوان دینا ہوگا، جو ریاست کو واجب الاداء دین کے طور پر وصول کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر پارلیمنٹ کے کسی ایوان کے اجلاس میں کوئی غیر ممبر شرکت کرے یا رائے دے تو ہر ایک دن کے بدلے اسے بھی ۵/سو روپئے جرمانہ کے طور پر ادا کرنا ہوگا۔

ممبروں کے حقوق اوراختیارات:

پارلیمنٹ کی کارروائی کو بہتر طریقے سے چلانے اور اسے کسی ہنگامی صورت حال سے بچانے کے لیے مستقل قاعدے اور ضابطے بنائے گئے ہیں، چنانچہ دستور ہند کی دفعہ ۱۹۴/ر کی رو سے ممبروں کو ان ضابطوں اور قواعد کی پابندی کرتے ہوئے، مجلس قانون ساز کے کسی بھی اجلاس میں تقریر کرنے، کوئی بات کہنے، یا کوئی رائے دینے کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔

اور قابل غور بات یہ ہے کہ مجلس قانون ساز میں تقریر کرنے یا کسی قسم کی رائے ظاہر کرنے پر ممبروں کے خلاف کسی عدالت میں کسی بھی طرح کی کارروائی نہیں کی جا سکتی، حتی کہ اگر ان ممبروں کی تقریریں پارلیمنٹ کی کارروائی میں شائع کی جائیں تو بھی ممبروں سے اس کے متعلق کسی قسم کی باز پرس نہیں ہوگی۔

ارکان کی یافت اورالاونس:

دستور ہند کی دفعہ ۱۹۵/ر کے مطابق ریاست کی قانون ساز اسمبلی اور قانون ساز کونسل کے ارکان کو اتنی ہی تنخواہ ملتی ہے، جو مجلس قانون ساز کے قانون کے مطابق مقرر کیا جائے۔

قانون سازی کا ضابطه :

دستور ہند کی دفعہ ۱۹۶/ر کی تفصیلات کے مطابق ریاست کی کسی رقمی یا دیگر مالیاتی بل کو ریاست کی مجلس قانون ساز کے دونوں ایوانوں میں سے جس میں چاہے پیش کیا جا سکتا ہے۔

لیکن اس بل کو اسی وقت منظور شدہ سمجھا جائے گا جب مجلس قانون ساز کے دونوں ایوان اس سے اتفاق کرتے ہوئے، اپنی رضامندی کا اظہار کر دیں۔

واضح رہے کہ اگر کوئی بل کسی ریاست کی مجلس قانون ساز میں زیر غور ہو اور اسی دوران اس کا ایک ایوان یا اس کے دونوں ایوان برخواست ہو جائیں تو ان کے برخواست ہونے سے اس بل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا؛ بلکہ اس کو مجلس قانون ساز میں پیش شدہ مان کر از سر نو اس پر غور کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی بل ریاست کی مجلس قانون ساز کونسل میں زیر غور ہو اور ابھی قانون ساز اسمبلی سے منظور نہ ہو پایا ہو کہ اسی درمیان اسمبلی ٹوٹ جائے تو اس کے ٹوٹنے سے یہ بل ساقط نہیں ہوگا۔

یہی صورت اس وقت ہوگی جب کوئی بل قانون ساز اسمبلی میں زیر غور ہو یا اسمبلی سے منظور ہو کر قانون ساز کونسل میں زیر غور ہو تو پھر اسمبلی کے ٹوٹنے سے یہ بل ساقط نہ ہوگا۔

دستور ہند کی دفعہ ۱۹۷/ر میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اگر کوئی بل

کسی ریاست کی مجلس قانون ساز اسمبلی سے منظور ہوکر قانون ساز کونسل میں غور کے لیے منتقل کر دیا گیا ہو اور اس بل کو کونسل نامنظور کر دے یا کونسل میں اس بل کو بھیجے ہوئے تین ماہ سے زائد عرصہ گزر جائے، یا کونسل اس بل کو ایسی ترمیمات کے ساتھ منظور کرے جو اسمبلی کو منظور نہ ہوں تو اب اسمبلی اس کو غور کرنے کے لیے کونسل میں دوبارہ بھیجے گی، اگر اسے کونسل منظور کر لے تو ٹھیک ورنہ اگر اسے پھر ایسی تبدیلیوں کے ساتھ اسمبلی کو واپس کر دے جسے اسمبلی قبول نہ کرے تو پھر اس بل کا دونوں ایوانوں سے منظور ہونا سمجھا جائے گا، ہاں اس طریقے پر منظور ہونا نہیں سمجھا جائے گا جو اسمبلی چاہتی تھی۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اس دفعہ کے کسی امر کا اطلاق رقمی بل پر نہ ہوگا، چونکہ رقمی بل کی منظوری صرف اسمبلی کا کام ہے اس کی منظوری کے بغیر نہ تو کوئی ٹیکس لگایا جاسکتا ہے اور نہ ہی پرانے ٹیکسوں کی شرح میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

چونکہ دستور ہند کی دفعہ ۱۹۸ر میں یہ وضاحت موجود ہے کہ رقمی بل کو قانون ساز کونسل میں اس غرض سے پیش نہیں کیا جاسکے گا کہ وہ اس کی منظوری یا نامنظوری کے متعلق اپنی رائے پیش کرے، بل کہ یہ بل قانون ساز اسمبلی سے منظور ہونے کے بعد صرف اس مقصد سے کونسل میں بھیجا جاتا ہے، کہ کونسل اس بل کی منظوری کی سفارش کر دے، یہی وجہ ہے کہ جب یہ بل اسمبلی سے منظور ہوکر کونسل میں پیش کر دیا جائے تو اب کونسل کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ چودہ دن کے اندر اپنی سفارشات کے ساتھ اس بل کو اسمبلی میں واپس کر دے، اور اسمبلی کو کلی حق ہوتا ہے کہ وہ اگر چاہے تو کونسل کی سفارشات پر عمل کرے یا اسے کالعدم قرار دے۔

اس دستور کی شق نمبر ۲ر کے مطابق اگر کسی رقمی بل کے تعلق سے قانون ساز اسمبلی، کونسل کی کسی سفارش کو منظور کر لے تو پھر اس بل کا دونوں ایوانوں سے ان تبدیلیوں کے ساتھ منظور ہونا سمجھا جائے گا، جن کی سفارش کونسل نے کی تھی۔

لیکن اگر اسمبلی، کونسل کی سفارشات کو قبول کئے بغیر ہی اس بل کو منظوری دے دے تو پھر اس بل کا دونوں ایوانوں سے کونسل کی سفارش کو قبول کئے بغیر منظور ہونا سمجھا جائے گا۔

اور اگر اس بل کو کونسل میں بھیجے ہوئے ۱۴ر دن گزر جائیں اور یہ بل اسمبلی کو واپس نہ کیا جاسکے تو پھر اس بل کا خالص اسمبلی سے منظور ہونا سمجھا جائے گا، واضح رہے کہ ہر رقمی بل چاہے وہ خالص اسمبلی سے منظور ہو یا دونوں ایوانوں سے بہرصورت اسے گورنر کے پاس بھیجا جاتا ہے، تاکہ گورنر اس بل کی منظوری پر دستخط کر دے۔

رقمی بل کی تعریف:

دستور ہند کی دفعہ ۱۹۹ر کی رو سے ہر وہ بل رقمی بل سمجھا جائے گا جس میں مندرجہ ذیل باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی شامل ہو:

۱- کسی بھی طرح کے ٹیکس کا لگانا، اسے بدلنا، کم کرنا، یا اس کی ادائیگی سے لوگوں کو معاف کر دینا۔

۲- فنڈ کی نگرانی کرنا، اس سے روپئے برآمد کرنا اور تقسیم کرنا۔

۳- قرض لینا یا اس کے بارے میں کسی بھی قسم کی گارنٹی دینا، واضح رہے کہ کسی بل کو محض اس وجہ سے رقمی بل نہ سمجھا جائے گا جس میں جرمانوں یا دوسرے مالی تعاون لگانے یا لائسنس کی فیس کا ذکر ہو۔

دستور ہند کی دفعہ ۱۹۹ر کی شق نمبر ۳ر میں یہ بھی تفصیل درج ہے کہ اگر کسی بل کے متعلق یہ سوال کھڑا ہو جائے کہ جو بل مجلس قانون ساز میں پیش کیا گیا ہے وہ رقمی بل ہے یا نہیں تو اس چیز کے فیصلہ کی ذمہ داری قانون ساز اسمبلی کے اسپیکر کی ہوتی ہے اور اس کے فیصلے کو حتمی مانا جاتا ہے۔

اوپر یہ بات آچکی ہے کہ اگر کوئی رقمی بل مجلس قانون ساز کے دونوں ایوانوں یا ایک ایوان سے منظور ہو جائے تو اسے گورنر کے پاس دستخط کے لیے بھیجا جاتا ہے، یہی تفصیل دستور ہند کی دفعہ ۲۰۰ر میں بھی مذکور ہے، اس دفعہ کے مطابق اس طرح کسی بھی بل کے گورنر کے پاس آنے کے بعد گورنر اس کی منظوری یا عدم منظوری کا اعلان کرے گا، یا پھر یہ وضاحت کرے گا کہ صدر نے اس بل کو غور وفکر کے لیے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔ ////☆☆☆☆///

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا استغناء

پیش کش: حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ ایک ہمہ گیر شخصیت اور ایک مصلح انسان و بزرگ تھے، جنھوں نے واقعتہً اپنے دور میں تجدیدی کارنامے انجام دئے ہیں، اور جن کا علمی و روحانی فیض آج پورے برصغیر میں جاری وساری ہے، ایک مرتبہ آپ کو ڈھاکہ (بنگلا دیش) کے مشہور و معروف نواب سلیم اللہ خان صاحب نے باصرار ڈھاکہ آنے کی دعوت دی، حضرت نے ان کے اصرار پر دعوت کی قبولیت کے لیے چند شرائط لکھ کر بھیج دیئے، جن میں سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ کسی قسم کا نقد یا غیر نقد ہدیہ نہ دیا جائے، اس سفر میں نواب صاحب نے تمام شرائط کا خیال رکھا، اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد دوبارہ پھر انہی نواب صاحب نے آپ کو دعوت دے کر علماء دیوبند کے ساتھ ڈھاکہ آنے کی دعوت دی، ان حضرات کو کلکتہ ہو کر ڈھاکہ جانا تھا، کلکتہ میں ان کے قیام وطعام کے انتظام کے لیے نواب صاحب نے اپنے ایک دوست کو متعین کر دیا، جب حضرت تھانوی قدس سرہ کلکتہ پہنچے تو نواب صاحب کے دوست نے شایان شان انتظام کیا اور بڑی مسرت وشادمانی کے اظہار کے ساتھ آپ کا شاہانہ استقبال کیا، دوران گفتگو ان رئیس صاحب نے یہ اصرار کیا کہ حضرت ہدیہ نہ قبول کرنے کی شرط واپس لے لیں، حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ: ''یہ کیا ضروری ہے کہ محبوب کو گھر بلا کر ہی ہدیہ دیا جائے، اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر، یا گھر بھیج کر بھی ہدیہ دیا جا سکتا ہے''۔ (اللہ والوں کی مقبولیت کا راز)

حضرت تھانویؒ اس رئیس کی اس بات پر رنجیدہ دل اور کبیدہ خاطر ہوئے اور عالمانہ استغناء کا اظہار فرمایا کہ: ''آپ کا خیال ہے کہ آپ لوگ (مالدار حضرات) کنواں ہیں اور ہم پیاسے! اور ہمارے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے، کہ ہم کنواں ہیں اور آپ پیاسے! اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی موجود ہے کہ ضرورت کی صرف دو چیزیں ہیں: دین اور دنیا، ان میں ہماری حاجت کی ایک چیز تو آپ کے پاس ہے بھی یعنی دنیا، تو وہ اللہ تعالی نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے؛ لیکن آپ کی حاجت کی جو چیز ہمارے پاس ہے یعنی دین، وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں ہے، اس لیے آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے؟ آپ پیاسے ہوئے اور ہم کنواں ہوئے، یا ہم پیاسے ہوئے''؟ اور یہ فرما کر کلکتہ ہی سے خود اپنے کرایہ سے واپس تھانہ بھون تشریف لے آئے اور ڈھاکہ نہیں گئے اور نواب صاحب اصرار کرتے رہ گئے۔ (حوالہ بالا)

حضرت تھانویؒ ایک مرتبہ ایک نواب صاحب کی دعوت پر رام پور قادیانیوں سے مناظرہ کے لیے تشریف لے گئے، واپسی کے وقت نواب صاحب نے حضرت کو کرایہ سے کچھ زائد رقم دینی چاہی، تو آپ نے یہ کہہ کر رقم واپس کر دی کہ ''ریاست کو بیت المال سے زائد از ضرورت صرف کرنے کا شرعاً اختیار نہیں ہے''۔ (بیس بڑے مسلمان صفحہ ۳۴۶)

حضرت تھانویؒ کے جو واقعات بیان کئے گئے ان سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے کہ ہمارے اسلاف واکابر نے کس طرح اس فریبی دنیا کی طمع ولالچ سے اپنے آپ کو بے نیاز رکھا؛ کیونکہ دنیا ایسی چیز ہے کہ جو شخص اس کو ٹھکراتا ہے وہ اس کے قدموں کے نیچے آتی ہے، اللہ تعالی ہم سبھوں کو بھی اسی طرح عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

صدائے دل

کچھ تلخ حقائق اور احساس عمل کی چنگاری

مولانا رحمت اللہ نیپالی ندوی استاذ مدرسہ فلاح المسلمین، رائے بریلی

اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ ہمارے سماج میں افراتفری کیوں مچی ہوئی ہے؟ معاشرہ میں تباہی و بگاڑ کیوں برپا ہے؟ زندگی کے تمام شعبوں میں انارکی اور ہر فرد میں بے چینی کیوں پھیلی ہوئی ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ ہر شخص ایک دوسرے سے نالاں ہے؟ اور ہر وقت گلے وشکوے میں مصروف رہتا ہے؟ تو میں بلا کسی خوف وتردد کے کہہ سکتا ہوں کہ ان تمام امور کی اصل وجہ ہر شعبہ میں نااہل ذمہ داروں کا وجود ہے، جنھوں نے اپنی نااہلی سے قیامت صغری برپا کر رکھی ہے اور ان سے ہر فرد پریشان اور تمام نظام درہم برہم ہے۔

قوموں کے لیے اس سے زیادہ نقصان دہ بات کوئی نہیں کہ کمزور اور خیانت کار افراد کو ترجیح دی جائے اور قوی اور امانتدار افراد کو نظر انداز کر دیا جائے، یہی وہ مرض ہے کہ جو کسی بھی قوم کو ہلاکت کی گھڑی سے قریب تر کر دیتا ہے، اور اتنا طے ہے کہ قوی اور امین کی صف سے جب تک آدمی متصف نہیں ہوگا، کام چوری اور خیانت کا وجود رہے گا اور معاملہ درست ہونے کے بجائے بگڑتا چلا جائے گا۔

بخاری شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" إذا ضيعت الأمانة فانتظر الساعة ، فسئل و كيف إضاعتها ؟ قال : إذا وسد الأمر إلى غير أهلها فانتظر الساعة "(بخاری)

کہ جب امانت ضائع ہونے لگے تو پھر قیامت کا انتظار کرو، دریافت کیا گیا، وہ ضائع کس طرح ہوگی؟ ارشاد فرمایا جب کام نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کے منتظر رہو۔

اس پیشین گوئی کا ہر شخص ہر جگہ بچشم خود مشاہدہ کر سکتا ہے، مزید دلائل وشواہد سے اسے واضح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یاد رکھئے! ہر آدمی اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہے خواہ محدود اور چھوٹے پیمانے پر ہو یا کسی بڑے اور وسیع پیمانے پر ہو، لہٰذا اپنی ذمہ داری کا ہر آن احساس اور اپنا ہر وقت احتساب اور اپنے کام کا جائزہ لیتے رہنا ضروری ہے، اسی احساس ذمہ داری اور شعور کی کمی یا معدومی کا نتیجہ ہے کہ دلوں سے خوف خدا رخصت ہوتا جا رہا ہے، اور دن بدن معاشرہ کی ساکھ گرتی اور چول کھسکتی جا رہی ہے۔

اگر کسی کو ذمہ دار بننے کا شوق یا سروری کی خواہش اور سرداری کی تمنا ہو تو سب سے پہلے وہ صفت عمری سے متصف ہو اور اپنے اندر خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا احساس ذمہ داری، آخرت کی باز پرس اور مؤاخذۂ الٰہی کا خوف پیدا کرے، حضرت فاروق اعظم کا قول خود اپنے بارے میں یہ ہے کہ ''رات کو اس لیے نہیں سوتا کہ کہیں حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو جائے اور دن کو اس لیے بیدار رہتا ہوں کہ کہیں کسی بندۂ خدا کا حق نہ ضائع ہو جائے''۔

اسی خوف خدا اور فکر آخرت کا نتیجہ تھا کہ اپنی رعایا کہ خبرگیری کے لیے راتوں کو گشت کرتے اور کسی پریشان حال کو دیکھتے تو تڑپ اٹھتے اور اس کی پریشانی دور کرنے کی پوری کوشش کرتے، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ دوپہر کی چلچلاتی ہوئی سخت دھوپ میں نکل کھڑے ہوئے، اتفاق سے حضرت عثمان غنی نے اپنے مکان سے دیکھ لیا، پوچھا امیر المومنین! اس تیز دھوپ میں کدھر؟ فرمایا بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اسے تلاش کرنے جا رہا ہوں، حضرت عثمان نے فرمایا: ذرا تھم جاتے اور دم لے لیتے تا کہ دھوپ کی تیزی اور تپش کی شدت کم پڑ جاتی،

جواب دیا: آخرت کی تپش اور حرارت اس سے کہیں بڑھ کر ہے، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کسی غلام کو اس کام کے لیے مامور فرما دیتے، خود کیوں زحمت فرمائی؟ جواب میں فرمایا: بیت المال مسلمانوں کی امانت ہے اور میں اس کا امین ہوں، کل قیامت کے دن اس کا سوال مجھ سے ہوگا غلام سے نہیں، اللہ اکبر یہ تھی شان فاروق اور یہ تھا احساس ذمہ داری اور اپنے رب کے حضور باز پرس کا خیال۔

کیا آج کل کے ذمہ داروں کو اپنے ماتحتوں کی اس کے عشر عشیر بھی فکر ہوتی ہے؟ اور کیا انہیں ان کی پریشانی دور کرنے یا ان کی کھوج خبر لینے کا کبھی موقع ملتا ہے؟ یا خیال آتا ہے؟ یا اپنی ہوائی پروازوں میں مصروف اور انواع واقسام کی مرغن غذاؤں میں مست رہتے ہیں، اور شب وروز اسی عیش میں بسر ہوتے ہیں؟ خواہ ماتحت کو فاقہ سے دوچار ہونا پڑے، یا اس کے بچے بھوک سے بلکتے رہیں، کیا ذمہ داران اپنے ماتحتوں اور چھوٹوں کے لیے وہی نمونہ پیش کرتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے خندق کی کھدائی کے وقت خاص طور سے اور ہر موقع پر عام طور سے پیش کیا تھا، یا محض صبر وشکر کی تلقین ہی فرماتے رہتے ہیں؟۔

خندق کی کھدائی میں جب صحابہ کرام بھوک سے پریشان ہوگئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور شکم سے اپنا دامن اٹھا کر دکھایا جس پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا دامن بطن مبارک سے اٹھا کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

یاد رکھئے! ہر شخص اپنی جگہ ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کا سوال ہوگا، بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرداً فرداً ہر ایک کی ذمہ داری بتا کر ذمہ داری اور ماتحتوں کے متعلق باز پرس کا احساس دلایا ہے، چنانچہ امام وقت پوری رعایا کا نگراں اور والی ہے، آدمی اپنے گھر کا ذمہ دار ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر کی رکھوالن ہے، خادم بھی اپنے آقا کے مال ومنال کا رکھوالا اور محافظ ہے، یہ سب بیان فرمانے کے بعد آخر میں عمومی بات بتادی "کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ" کہ تم میں سے ہر ایک اپنی جگہ نگراں ونگہبان ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے اپنے وصایا کے وصیت نمبر ۵/ میں جو ذمہ داران سے متعلق ہے، ذمہ داری کا احساس دلایا ہے اور عہد لیا ہے، الفاظ یہ ہیں:

''میرے سپرد کوئی ذمہ داری کا عہدہ ہوا تو میں حدود اور دائرہ عمل میں انصاف کرنے اور حق دار کو اس کا حق دلانے کے لیے پرخلوص جدوجہد کروں گا''۔

غور کرنے کا مقام ہے، کیا مذکورہ بالا امور کا لحاظ اور ان کا خیال عصر حاضر کے اکثر ذمہ داران کرتے ہیں؟ کرتے ہیں تو کس حد تک؟ بلا تفریق وامتیاز یا اس کے ساتھ؟

ہر ایک کو بخوبی معلوم ہے کہ حقوق العباد اہم اور مقدم ہے اور اس میں کسی طرح کی کوتاہی اس وقت تک معاف نہ ہوگی، جب تک صاحب حق معاف نہ کردے؛ لیکن اس کے باوجود یہ بڑا المیہ اور لمحۂ فکر یہ ہے کہ اس میں ہر ایک سے جتنی کوتاہی ہوتی ہے اتنی کسی چیز میں نہیں ہوتی۔

بہت سے نماز تہجد کے پابند، ذاکر وشاغل اور اورادو وظائف کا اہتمام کرنے والے، اوابین واشراق پڑھنے والے، پارسائی کا لبادہ زیب تن کرنے والے اور دیندار سمجھے جانے والے حاجی ونمازی بھی اس وقت حد درجہ کوتاہی کرتے ہیں، یا حقوق العباد کو نظر انداز کر کے حقوق اللہ کی ادائیگی ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں، جب کہ حقوق اللہ وحقوق العباد یکساں طور پر اہم اور ضروری ہیں بلکہ بعض اعتبارات سے آخر الذکر پہلے سے بڑھا ہوا ہے۔

لباس پارسائی پہن لینے سے کوئی پارسا نہیں ہوتا؟ حدیث شریف میں اسے ''لابس ثوب زور'' سے تعبیر کیا گیا ہے، کہ ظاہر کچھ کرے اور حقیقت کچھ اور ہو، اللہ تعالی پوری امت کی طرف سے خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے آدمی پرکھنے کا زریں اصول بیان فرما دیا ہے، کہ اس کے ساتھ لین دین کا کوئی معاملہ کر کے دیکھیے یا تو ایک آدھ بار سفر کرے، اس سے اس کی شخصیت بے نقاب ہوجائے گی۔

اب مندرجہ ذیل سطور میں سرداری اور ذمہ داری کے کچھ آداب

بیان کئے جاتے ہیں، توقع ہے کہ ہر ایک کے لیے ضروری اور مفید ہوں گے، کیونکہ ہر ایک کے سر کوئی نہ کوئی ذمہ داری ہے، کوئی مہتمم ہے، تو کوئی ناظم، ایک صدر ہے تو دوسرا قاضی، کوئی شوہر ہے تو کوئی باپ، اس لیے مناسب ہوگا کہ پہلے بڑا بننے کے آداب سیکھ لیئے جائیں تاکہ اس کے نتائج دوراثر اور باثمر ہوں۔

۱- ذمہ دار کو فریقین میں سے کسی ایک کی تعصب وتشدد کی وجہ سے ناحق طرفداری اور حمایت نہیں کرنی چاہیئے، خواہ کوئی فریق اپنا قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو، ارشاد باری ہے "لا یجرمنکم شنآن قوم علی أن لاتعدلوا اعدلوا هو أقرب للتقوی" اگر طرفداری کریگا تو حق تعالی کے نزدیک ذلیل ہوگا، اور ماتحتوں پر کوئی بات نہ چلے گی، اس طرح کچھ دن بعد سرداری بھی ختم ہوسکتی ہے۔

بڑا بننے کا شوق رکھنے والو! پہلے اپنے اندر عاجزی پیدا کرو، حلم پیدا کرو، کہ کہیں کسی جانب جھکاؤ تو پیدا نہیں ہوگا، اگر تم کسی مدرسہ کے مہتمم اور ناظم نہ بھی بنے تو کم از کم گھر کے ذمہ دار تو ضرور بنو گے، گھر میں بیوی، بچے، ماں، بہنیں، باپ سبھی ہوتے ہیں، ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی اگر صحیح طور سے ہوگی تو سرداری بدستور قائم رہے گی، ورنہ سب سیادت خاک میں مل جائے گی، زندگی تلخ اور بے مزہ ہوجائے گی۔

۲- یہ بھی ضروری ہے کہ اپنا طریق حاکمانہ اور آمرانہ کے بجائے حکیمانہ وخادمانہ رکھے، کیونکہ حدیث شریف میں " سید القوم خادمهم" فرمایا گیا ہے اور اللہ تعالی نے جگہ جگہ حکمت کا ذکر کیا ہے، نیز اپنے اخلاق بہت اونچے رکھے، اور اخلاقیات میں سب سے بلند چیز حلم ہے، کسی کی ناشائستہ حرکت پر اپنی ذات کے لیے غصہ ہی نہ آئے اور نہ انتقامی جذبہ پیدا ہو، ماتحتوں سے بہت سی نازیبا حرکت کا صدور ہوگا، اگر برداشت کا مادہ نہیں ہوگا، تو معاملہ خراب ہوجائے گا، اپنے اندر حلم پیدا کرے۔

ایک چیز یہ تھی کہ ہمیشہ اپنا طریق حکیمانہ رکھے اور امر بالمعروف کے لیے بھی حکمت ضروری ہے "ادع الی سبیل ربك بالحكمة" حکمت کوئی معمولی شئی نہیں ہے، حکمت میں سب سے بڑی چیز موقع شناسی اور مزاج شناسی ہوتی ہے۔

اکثر کاموں کی تعمیر حکمت سے ہوتی ہے، اور ہر کام کی تعمیر مشکل ہے تخریب مشکل نہیں، کسی کو آپ دوست بنانا چاہیں تو دوستی کرنے میں کافی وقت درکار ہوگا اور بنی ہوئی دوستی کو بگاڑنے کے لیے درشت او رسخت بات دوست کو کہہ دینا ہی کافی ہے، مکانات کی تعمیر میں کتنا وقت لگتا ہے اور ان کے گرانے میں بنانے کا دسواں حصہ بھی نہیں لگتا۔

غرض ہر کام کی تعمیر کے لیے حکمت کی ضرورت ہے حتی کہ کسی کو اچھی بات بتانے میں بھی حکمت کی ضرورت ہے، ان سب مثالوں سے واضح ہوگیا کہ مدرسہ کے مہتمم میں حلم کتنا ضروری ہے، کسی طالب علم کی ذرا سی ناشائستہ حرکت پر انتقامی جذبہ پیدا نہ ہو، بلکہ ہر کسی کے ساتھ خواہ وہ بیوی ہو، اولاد ہو یا اپنی رعیت اور اپنا ماتحت ہو، حلم کا برتاؤ ہونا چاہیئے۔

۳- عیب گوئی اور عیب جوئی بدترین خصلت ہے، سردار کو چاہیئے کہ اپنے ماتحتوں کے عیوب کی تلاش میں نہ لگے اور نہ ہی کسی کو اس کام کے لیے معین کرے، کیونکہ قرآن میں اس کی ممانعت کی گئی ہے " لاتقف ماليس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد كل أولئك كان عنه مسؤلا " پھر انسان ہے جب اس کے پیچھے پڑ جائے گا تو کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی اس کی کوئی غلطی، عیب اور برائی پکڑ میں آ ہی جائے گی۔

۴- سردار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ دو سچے گواہوں کے بغیر اپنے متعلق یا کسی اور کے متعلق کوئی بات قبول نہ کرے، کیونکہ یہ زمانہ حسد اور بغض کا ہے، ہر شخص دوسرے کے مقام کو جھوٹی سچی باتوں کے ذریعہ گرانا چاہتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں نیچا دکھانے اور اس کے مقام ومرتبہ سے گرانے کی کوشش کرتا ہے۔

دشمنی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک ظاہری، دوسری باطنی، ظاہری دشمنی سے حفاظت کرنا آسان ہوتا ہے، برخلاف باطنی دشمنی کے کہ اس سے حفاظت اور بچاؤ مشکل ہوتا ہے، چونکہ اس دشمنی کا پتہ بہت مشکل سے چلتا ہے، اس لیے کسی کی بات قبول کرنے میں جلدی نہ کرنی چاہیئے؛ بلکہ

خوب اچھی طرح تحقیق وتفتیش کر کے اطمینان حاصل کر لینا چاہئے۔

افسوس کی بات ہے کہ آج کل مدارس کے ذمہ داران کسی مدرس سے شکایت پر بلاتحقیق یک طرفہ کارروائی کر بیٹھتے ہیں، یا اس سے بدظن ہوجاتے ہیں، جو شرعاً و اخلاقاً کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

۵- سردار کو چاہئے کہ کسی عیب کی طرف اشارہ بھی نہ کرے جب کہ مشار الیہ اس اشارہ سے سمجھا جائے، علماء کرام نے فرمایا ہے کہ دل دکھانے میں اشارہ صراحت سے بڑھا ہوا ہے، اس لیے کہ صریح الفاظ استعمال کرنے میں تو تعزیر کا اندیشہ تھا، اور اشارہ میں تعزیر نہیں کی جاسکتی، ایسے شخص کے بارے میں جو کسی پر اشارہ سے تہمت لگاتا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا معمول درے لگانے کا تھا، اگر وہ کہتا کہ امیر المؤمنین میں نے وہ آدمی مراد نہیں لیا ہے، تو حضرت عمرؓ فرماتے کہ تمہاری مراد کیا ہے، وہ بیان کرو، آخر کوئی نہ کوئی تو ضرور مراد ہے، اس لیے ذمہ دار کو چاہئے کہ کسی کے عیب کی طرف اشارہ بھی نہ کرے کہ اس کا دل دکھے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ عمومی بات کہتے، کسی کو نشانہ نہ بناتے تھے، مثلاً فرماتے "مابال أقوام یفعلون کذا أو یقولون کذا" لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کی بات کہتے ہیں یا اس اس طرح کا کام کرتے ہیں۔

۶- سردار اور ذمہ دار کو کسی ماتحت کے ساتھ طویل گفتگو یا کسی بات کی زیادہ کھود کرید نہیں کرنا چاہئے، طویل گفتگو میں سردار اور ماتحت دونوں کے نقصان کا اندیشہ ہے، ماتحت کا اس طرح کہ جتنی بات بڑھتی رہے گی اس کی گرفت بھی زیادہ ہوتی رہے گی اور ذمہ دار کا اس طرح کی طویل گفتگو سے ماتحت بے تکلف بنے گا اور یہ سرداری کے لیے مناسب نہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ لمبی گفتگو کے دوران کوئی غیر مہذب بات منہ سے نکل جائے جس سے ساری سرداری خاک میں مل جائے، اس طرح اس سے دوسروں کو شبہ ہوگا کہ اس شخص سے گہرا تعلق معلوم ہوتا ہے، اور وہ طرح طرح کی بدگمانیوں میں مبتلا ہوں گے۔

۷- سردار اپنے ماتحت کے ساتھ کبھی گالی گلوچ نہ کرے ورنہ دلوں سے عظمت نکل جائے گی اگر کسی ماتحت کی کوئی غلطی معلوم ہوجائے تو ملاطفت اور نرمی سے اس کو تنہائی میں افہام وتفہیم کردے اور سخت و نازیبا کلمات اختیار نہ کرے، تاکہ کام بھی بن جائے اور اس کی تذلیل وتحقیر بھی نہ ہو۔

۸- چھوٹے سردار کو (جیسے مدرسہ کے اساتذہ) بڑے سردار (جیسے مدرسہ کا مہتمم) کے برابر اختیارات نہیں ہوتے، اس کا کام فریقین میں باہم صلح کرادینا ہے، اس سے آگے سزا دینا، اخراج کرنا، مار پیٹ کرنا یہ کام اس کا نہیں، ان سب امور کے لیے بڑا ذمہ دار ہے، بڑے ذمہ دار کے پاس بات پہونچنی چاہئے وہ جیسا مناسب سمجھے گا عمل کرے گا، وہ فیصلہ حق کرے یا ناحق کرے مدرس کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

۹- سردار اپنے کسی ماتحت سے کسی چیز کی فرمائش نہ کرے، اس سے بھی عظمت جاتی رہتی ہے، شہر کے قاضی صاحب ہیں یا کلکٹر صاحب ہیں، گئے دوکان پر بھائی تمہاری دوکان پر یہ کپڑا تو بہت اچھا ہے، اس کا ایک تھان ہمارے گھر پر پہنچادو، بعد میں قیمت معلوم کرلیں گے، تو وہ دوکاندار یقیناً یوں ہی کہے گا، اجی بس آپ سے قیمت کیا لیں گے، دینے والے تو اور بہت ہیں، یا کسی طالب علم کے پاس قلم دیکھا، تو استاد صاحب کہتے ہیں تمہارا قلم بہت اچھا ہے، قلم کی تو ہمیں ضرورت ہے، اب وہ شاگرد کیا کہے گا؟ حضرت! اسی کو رکھ لیجئے، سو یاد رکھئے یہ ہدیہ نہیں یہ تو محض شرما حضوری کا دینا ہے اور پھر اسراف بھی پایا گیا، جو اصول ہدیہ کے خلاف ہے، ہدیہ وہ ہے، جو خوش دلی سے بغیر دباؤ کے، بلا فرمائش و اسراف کے دیا جائے، ہدیہ کا اصول یہ ہے کہ جب تک حلال کمائی اور محبت معلوم نہ ہو قبول نہ کرو، حضرت تھانویؒ کو اگر ذرا بھی کسی ہدیہ میں شبہ ہوجاتا تھا واپس فرمادیتے تھے۔

فرمایا! کوئی ہدیہ اس نیت سے دیتا ہے کہ مجھے ثواب ملے، یہ ہدیہ کہاں یہ تو صدقہ بن گیا اور کوئی دیتا ہے اس لیے کہ حضرت میرے لیے دعا فرمائیں گے یہ بھی ہدیہ نہیں، یہ اجرت ہوگی، ہدیہ تو وہ ہے جس میں کوئی غرض شامل نہ ہو، خالص محبت سے دیا جائے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تهادوا تحابوا" کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، محبت پیدا ہوگی اور جب محبت سے دیا ہی نہیں گیا تو ہدیہ

کہاں رہا، ہر کسی کا ہدیہ تو خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبول نہ فرماتے تھے، اس لیے سردار کو ہر کسی کا ہدیہ قبول نہ کرنا چاہئے، اور فرمائش تو بالکل ہی نہیں کرنا چاہئے۔

۱۰- سردار اور ذمہ دار کے لیے ضروری ہے کہ جب کوئی اہم کام کرنا ہو تو پہلے خیر خواہوں سے مشورہ کرے تا کہ وہ کام ٹھیک طریقہ سے انجام کو پہونچے، اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا "وشاورهم في الأمر" کہ آپ اہم کاموں میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا کیجئے، مشورہ میں دین و دنیا کا فائدہ ہے، مشورہ سے جو کام کیا جاتا ہے اس میں غلطی کم ہوتی ہے اور بڑوں کو کام کرنے میں سہولت ہو جاتی ہے، کیونکہ ان کے سامنے مختلف شقیں آجاتی ہیں، اس سے چھوٹے بھی خوش ہو جاتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے انہیں محبت ہے، اس لیے مذہب اسلام نے ہر بڑے کو ہر کام کرنے میں اپنے چھوٹوں سے مشورہ لینے کا حکم دیا ہے، ایک جگہ قرآن پاک نے مؤمنین کے مشورہ سے کام کرنے کی تعریف و مدح فرمائی ہے "وأمرهم شورى بينهم" کہ مسلمانوں کا ہر بڑا کام مشورہ سے ہوتا ہے، اس لیے مدرسہ کا مہتمم، گھر کا چودھری، شہر کا قاضی کوئی کام کرنے میں اپنے ماتحتوں سے ضرور مشورہ لیا کرے، مشورہ لینے میں یہ ضروری نہیں کہ خصوصی جماعت ہی ہو، وقت پر اپنے ماتحتوں میں جتنے بھی آسانی سے دیانتدار لوگ مل جائیں انہیں سے مشورہ کرسکتا ہے، حضرت میمون بن مہران سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کسی مقدمہ میں قرآن وحدیث میں کوئی علم نہ ملتا تو بڑے اور نیک لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیتے، بہر حال مشورہ میں نہ کسی جماعت کے افراد کا تعین ضروری ہے نہ مشورہ دینے والے صاحبان کی رائے کے مطابق عمل ضروری ہے، البتہ بڑے کے لیے یہ مناسب ہے کہ جب مشیروں کی رائے پر عمل نہ کرنا ہو تو اس کی وجہ بتلادے کہ میں جس طرح کرنا چاہتا ہوں اس میں فلاں فلاں فائدے ہیں، تا کہ وہ بدگماں نہ ہوں اور یہ نہ کہیں کہ جب اپنی ہی چلانی تھی تو پھر ہمیں کاہے کو پریشان کیا تھا، بڑے کے لیے دور بینی، دور اندیشی بہت ضروری ہے، مشورہ کے بعد اگر اس کام کے کرنے سے صرف اختلاف پیدا ہوسکتا ہے تو ہونے دے اور اگر اختلاف سے بڑھ کر مخالفت کا اندیشہ ہو تو اس کام کو ترک کردے۔

۱۱- جس شخص کی دیانت کا حال معلوم نہ ہو اس کے لیے ایسی شرط نہ لگائیں کہ وہ فائدہ سے محروم رہ جائے، مثلاً کوئی بازار میں دکان کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے آپ نے ضمانت کی شرط لگادی تو وہ فائدہ سے محروم ہی رہے گا، نہ اس کے پاس ضمانت ہوگی نہ وہ دکان کرسکے گا۔

۱۲- سردار، ذمہ دار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جب کسی پر غصہ ہو تو سزا دینے میں جلدی نہ کرے، جیسے مدرسہ کا مہتمم اگر کسی طالب علم پر اس کی اصلاح کے لیے غصہ کرے تو مدرسہ سے حتی الامکان اخراج تک نوبت نہ پہونچادے، کیونکہ وہ طالب علم فائدہ علمی سے محروم ہو جائے گا، ہاں اگر وہ دوسرے طلبہ کے لیے مثل سڑے ہوئے پھوڑے کے بن چکا ہے کہ اب کوئی دوا وعظ ونصیحت کام ہی نہیں کرتی تو اس صورت میں اس کا آپریشن (اخراج) ضروری ہوتا ہے کہ کہیں فاسد مادہ سے سارا ہی جسم (تمام طلبہ) خراب نہ ہو جائیں، تو یہ حقیقت میں فائدہ سے محروم کرنا نہیں بلکہ فائدہ کو عام کرنا ہے۔

۱۳- فریقین کے مقدمہ میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرے جب تک بیرونی شہادت کے ساتھ اپنے قلب کی شہادت بھی شریک نہ ہو جائے، کیونکہ بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ غلط گواہی دلوا کر ناحق فیصلہ کرالیا جاتا ہے، ذمہ دار کو چاہئے کہ شہادت ظاہری کو اپنی فراست سے جانچے تب فیصلہ کرے، فیصلہ کرنے میں قیامت کی باز پرس کا خیال ضرور رکھے، اس سے غلط فیصلہ کرنے کی جرأت نہ ہوسکے گی، تعصب اور جانبداری نہ برتے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب کسی کام کا بڑا بنادیا جائے یا کسی چیز کی ذمہ داری آجائے تو ایسے کام نہ کرے جس سے وقار مجروح ہو یا عظمت کو ٹھیس پہونچے، نیز اپنے کسی کام میں نفس کی خواہشات کی آمیزش نہ ہونے دے، آخرت کا ہمیشہ خیال رکھے۔

آجکل سارا معاملہ ہی نرالا ہے، بعض حلقوں اور علاقوں میں

ارباب اہتمام ارباباً من دون اللہ سے کم نہیں، انانیت، تکبر اور فریب نفس اس قدر ہے کہ فرعون وقت بن جاتے ہیں، زبان قال سے نہ سہی زبان حال سے کہتے ہیں، ہمیں بڑا سمجھو اور ہماری ہر وقت خوشامد کرو، ورنہ باہر کردئے جاؤ گے۔ اسی وجہ سے ایسے مدرسین کو ترجیح دی جاتی ہے جو چاپلوسی اور جی حضوری کرتے ہیں، پڑھائیں یا نہ پڑھائیں ایسے لوگ منظور نظر اور محبوب قلب رہتے ہیں، کوشش یہی ہوتی ہے کہ مدرس ہم پر فائز نہ ہوجائے اور کہیں خطرہ نہ بن جائے، طلبہ میں زیادہ مقبول نہ ہوجائے ورنہ ہماری کرسی پر قبضہ ہوجائے گا۔

یہ تلخ حقائق ہیں جسے بیان کیا گیا "وفی العتاب حیاة بین أقوام" .... ع

رکھئے غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف

آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

مدارس میں تعلیمی انحطاط کی ایک بڑی وجہ اچھے مدرسین کا فراہم نہ ہونا اور نااہل حضرات کے ہاتھ میں باگ ڈور اور انصرام وانتظام کا چلا جانا بھی ہے، ورنہ شورش عندلیب چمن میں روح پھونک دے اور یہاں کی ہر ہر کلی مست اور محوناز ہوجائے۔

آج کل کثرت سے مدارس ومکاتب کھولے جارہے ہیں، ہر طرف اس کے جال بچھائے جارہے ہیں اور عام طور پر نااہل لوگ ان کی ذمہ داری سنبھال رہے ہیں، جنھیں تعلیم وتربیت دینے اور اس کا معیار بلند کرنے سے کہیں زیادہ چندے بٹورنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے، اور ''چندہ ہی انکا دھندہ'' بنا ہوا ہے، بلکہ یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کہ وہ صرف نام کا مدرسہ ہوتا ہے، اس سے کہیں زیادہ اس کی حیثیت ''دکان'' کی ہوتی ہے اور مقصد اس سے تجارت کرنا، خوشحال زندگی بسر کرنا اور روزی روٹی کا مسئلہ بآسانی حل کرنا ہوتا ہے، لہٰذا اس کے لیے دھوکہ، دجل وفریب، فراڈ، جھوٹ، تلبیس، دغابازی اور ہر طرح کی صفات ذمیمہ مثلاً مکاری وعیاری کو بے تکلف روا رکھا جاتا ہے اور شرم وحیاء غیرت وخودداری کو بالائے طاق رکھ کر بڑی ڈھٹائی وبے حیائی کے ساتھ چندہ کا کام کیا جاتا ہے، ان کے یہاں حلال وحرام میں کوئی امتیاز وتفریق باقی نہیں، مطلوب ومقصود مال ودولت ہے، روپیئے ملنے چاہئیں، خواہ کہیں سے بھی ہو اور کسی بھی طریقہ سے ہو، ایک عالم وفاضل اور دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء کے فارغ اور ایک مدرسہ کے پرنسپل نے مجھ سے بے تکلف اور بے ساختہ کہا، مفتی صاحب! میری زندگی کے دو مقصد ہیں: دولت اور عورت، میں نے بے اختیار لاحول ولاقوۃ پڑھا اور ان سے کہا آپ کیا بک رہے ہیں، اپنے مقام ومرتبہ کا تو خیال رکھئے۔

ایسے علماء یقیناً علماء سو ہیں اور علامات قیامت میں سے ہیں، اللہ ہی خیر فرمائے اور ہدایت سے نوازے، اسی پس منظر میں کسی عالم دین نے فرمایا: ''اگر روز قیامت اللہ تعالیٰ مدارس کے ارباب اہتمام کی مغفرت کردے تو سمجھو کہ پوری مخلوق کی مغفرت ہوجائے گی''۔

عجب بات ہے کہ مذاق بدل گیا ہے، ذوق فاسد ہوگیا ہے، اور ذمہ داری کا احساس بھی مفقود ہوچلا ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ اہتمام کو بڑا منصب اور اعزاز تصور کرکے کرسی کے حصول کی جائز وناجائز کوشش کی جاتی ہے، اور ساری سرفرازی وعزت کسی مدرسہ کا مہتمم بننے میں سمجھی جاتی ہے، خواہ کام ایک بھی نہ کریں، بلکہ بیٹھ کر کرسی توڑیں، اور مفت کی تنخواہ لیں، اور لوگ منہ پر تھوکیں اور ذلیل کریں۔ العیاذ باللہ

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نے اپنے ایک شاگرد کو (جس نے آپ کے اہتمام پر کچھ تنقید کی تھی) ناراض ہوکر یہ بددعا دی: ''اللہ تجھے کسی مدرسہ کا مہتمم بنادے''۔

چنانچہ وہ صاحب مہتمم ہوئے اور خود پریشان ہوئے اور لوگوں کی طرف سے بھی پریشان کئے گئے، آخر تنگ آکر انھوں نے قاری صاحب سے معافی مانگی۔

مدارس عربیہ اور مراکز دینیہ اسلام کے قلعے ہیں جہاں آدمی کا ایمان وعقیدہ اور اعمال وخیالات شرک وبدعت اور کفر والحاد کے تھپیڑوں اور جھونکوں سے محفوظ رہتے ہیں، مدرسہ وہ کارخانہ ہے، جہاں مردم سازی اور آدم گری کا کام ہوتا ہے، اور ذہن ودماغ ڈھلتے ہیں،

اور ایسا پاور ہاؤس ہے جہاں سے انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے۔

ایسا ہاسپٹل ہے جہاں قلب ونگاہ اور ذہن ودماغ اور روحانی امراض کے شکار لوگ شفایاب ہوتے ہیں، مدرسہ میں آنے والی رقم قوم کی امانت ہے جس کا غلط استعمال سب سے بڑی خیانت ہے، اور یہاں آنے والی نسلی بھی ملت کی امانت ہے جس کو صحیح تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنا اساتذہ وذمہ داران کا اولین فریضہ ہے اور اس کے خلاف کرنا نسلی خودکشی ہے اور قوم کی اس عظیم امانت کو ضائع کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارباب مدارس، اساتذہ، طلبہ، ذمہ داران اور جملہ متعلقین کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کے احساس کے ساتھ ساتھ صحیح خطوط پر کام کرنے کی توفیق دے، تاکہ جہالت، ضلالت، بدعت وغیرہ کا خاتمہ ہو اور اس قحط الرجال کے دور میں معاشرہ کو کارآمد اور نافع افراد میسر آسکیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ خلوص ومحبت، تقوی وللّٰہیت اور شعور وآگہی اور احساس عمل کا وہی دیپ پھر سے روشن کیا جائے جسے ہمارے اسلاف نے روشن کیا تھا؛ لیکن ہم نے اسے فضول سمجھ کر گل کردیا اور نتیجہ میں گھپ اندھیرے میں ڈوب گئے۔

جسے فضول سمجھ کر بجھا دیا تو نے ☆ وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

آخر کیا بات ہے کہ قریہ قریہ، محلّہ محلّہ، ہر ہر قدم پر مدرسے ہیں لیکن جہالت وتاریکی اور معاشرہ کی اناری ختم یا کم ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی، ضرور ہماری طرف سے کوتاہی پائی جارہی ہے، ایک مشاعرہ میں کسی شاعر نے اپنا ایک شعر سنا کر حاضرین محفل سے یہی سوال کیا تھا اور جواب چاہا۔

رہبران قوم سے اک سوال ہے میرا، وہ جواب دیں اس کا
قدم قدم پہ.................. پھر بھی کیوں اندھیرا ہے؟

خدا کرے اس مضمون کو سنجیدگی سے پڑھا جائے اور عمل کا جذبہ پیدا کیا جائے، کام کا احساس اور ذمہ داری کا خیال آئے، اقبال مرحوم نے فرمایا:

احساس عمل کی چنگاری جس دل میں فروزاں ہوتی ہے
اس لب کا تبسم ہیرا ہے اس آنکھ کا آنسو موتی ہے

////☆☆☆/////

۶۲-سالہ عظیم وقدیم-درسگاہ دین

برادران ملت! مغربی یوپی کا یہ معروف مدرسہ انوار القرآن، نعمت پور، ولی کامل بزرگِ بے ریا حضرت قاری عبدالرحیم صاحبؒ (ہم سبق حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ) کی مساعئ جمیلہ سے یکم شعبان ۱۳۶۵ھ بروز دوشنبہ کو صرف آٹھ سو مربع گز آراضی پر وجود میں آیا تھا، اب بفضلہٖ تعالیٰ اِس کی وسعت (10500) مربع گز ہے، جس میں دو منزلہ مسجد، خورد وکلاں (52) کمرے اور (11) شعبہ جات ہیں، (600) سے زائد طلبہ اور طالبات (27) مدرسین وملازمین کا سرگرم عملہ تعلیم وتعلم میں مشغول ہے، حفظ وناظرہ، قرآن کریم مع ترتیل واجراء عربی اوّل تا سال چہارم، نیز تعلیم اردو دینیات، ہندی، انگلش درجہ پانچ تک مثالی ہورہی ہے، (94) طلبہ اور طالبات نے اس سال تکمیل نصاب کی ہے، 6530 نونہالان اسلام ہنوز فیض پاچکے ہیں، کتب خانہ میں 6700 کتابیں ہیں، 450 نادار بیرونی طلبہ کے جملہ مصارف کا مدرسہ کفیل ہے، رواں سال کا میزانیہ (Budget) بشمول قیمت اجناس (35) لاکھ روپئے علاوہ مصارفِ تعمیرات ہے، علاوہ ازیں مدرسہ ایک کثیر رقم کا مقروض بھی ہے، مفصل حالات کی جانکاری کے لیے سالانہ روداد (ANNUALREPORT) طلب فرمائیں، چیک، ڈرافٹ پر صرف "مدرسہ اَنوارُ القرآن نعمت پور" لکھنا کافی ہے، اکاؤنٹ نمبر P.N.B. کی برانچ برولی (Baroli) میں (270) ہے۔

عزیزان ملت! اس گلشن رحیمی قادری شریفی (انوار القرآن) کو ابتداء سے ہی اکابر امت کی سرپرستی اور ورود مسعود کی سعادت کا شرف حاصل رہا ہے، نظم ونسق بھی دینی فکر وسوچ رکھنے والے نہایت سنجیدہ اور متدین افراد کے تحت میں رہتا آیا ہے، عرصہ (62) سال سے ملک وملت کی بیش بہا خدمات بحسن خوبی انجام دے رہا ہے، مستقل آمدنی اِس درسگاہ دین کی کچھ نہیں، محض اللہ کے فضل واحسان اکابر ملت کی روحانی توجہات کے طفیل نیز اصحاب خیر دوستوں کے عام چندوں سے یہ اتنا عظیم الشان ادارہ آئے دن براہ ترقی ہے، بایں وجہ امت کے اکابر علماء وصلحاء نے اس کی اعانت کی بالخصوص سفارش کی ہے، اس لیے میری تمام دردمندانِ اسلام سے گزارش ہے کہ ہر مد کی مالی امداد نیز جاری تعمیر مسجد قادریہ کی تکمیل کے لیے خالص عطیات دستی یا ڈاک سے ارسال فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔

نوٹ: بذریعہ ڈاک امداد کرنے والے احباب مد کی وضاحت اور اپنا مکمل پتہ خوشخط لکھیں۔

خدائے رحمٰن- اپنے خاص لطف وکرم سے مدد کرنے والوں کی ہر امر خیر میں مدد فرمائے، ارضی اور سماوی آفات وحادثات سے پوری امت مسلمہ کی بہ صحت وسلامتی حفاظت فرمائے، آمین ثم آمین۔

المشتھر: عبدالغفور ناظم مدرسہ انوار القرآن نعمت پور، ضلع سہارنپور، ۲۴۷۱۲۹ یوپی

MADRASA ANWARUL QURAN
NIAMATPUR.SAHARANPUR-247129(U.P)INDIA
Tel:0132-2775516. Mob.9411293474

دعوت فکر

دینی مدارس میں سائنسی علوم کی اہمیت

مولانا محمد نظام الدین ندوی استاذ مرکز احیاء الفکر الاسلامی

دور حاضر کو سائنس وٹکنالوجی کا دور کہا جاتا ہے، کیونکہ موجودہ زمانہ میں جس قوم و جماعت اور ملک وحکومت کے پاس سائنس وٹکنالوجی کی طاقت ہے، وہی دنیا میں غالب اور حاکم کی حیثیت رکھتی ہے اور جو اس بیش بہا دولت سے تہی دست ہے اس کے لیے ساری دنیا کا دامن تنگ ہے اور وہ سب کا دست نگر بنا رہتا ہے، آج مغربی ممالک کو اپنی اس عظیم دولت وقوت پر فخر وناز ہے اور اسلامی ممالک کو اس کے نہ ہونے کی حسرت وافسوس ہے، لیکن اس سے زیادہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ آج امت مسلمہ اور خاص طور پر طبقہ علماء سائنس اور علم فطرت کی حقیقت واہمیت سے ناواقف ہے، یہ بات کسی بھی باخبر اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے کہ اسلام ہی سائنس کا بانی ومؤسس ہے، اسلام نے مظاہر فطرت میں غور کرنے اور سائنسی علوم کی طرف ساری دنیا کو آنے کی اس وقت دعوت دی تھی، جب کہ دنیا کے دوسرے مذاہب وادیان اس کی حقیقت سے بالکل ناواقف تھے، خود مسیحی دنیا اور یورپ اس کی روشنی سے محروم تھا، قرآن مجید کی بے شمار آیتوں میں علم طبعیات کی طرف واضح اشارہ کیا گیا ہے، جن میں عقلی ومنطقی لحاظ سے حقائق فطرت کو بیان کیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے "سَنُرِيهِمُ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمُ أَنَّهُ الْحَقُّ" (حم السجدہ ۵۳) اور "إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ"۔ (آل عمران ۱۹۰)

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ سابقہ ادوار میں مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی اور سربلندی کے راز کے کئی اسباب وعوامل ہیں، ان میں جہاد واجتہاد اور عسکری وجنگی محاذ کی مضبوطی قابل ذکر ہے، مزید برآں علوم اسلامیہ (اپنے وسیع مفہوم میں) میں مسلمانوں کو مہارت تامہ حاصل تھی اور سائنسی علوم کے تو مسلمان ہی موجد تھے، قرون وسطی میں مسلمانوں نے طب، نجوم، فلکیات اور سائنس کے میدان میں جو کارنامے انجام دیے ہیں وہ تعجب خیز اور عظیم ہیں، اور اس دور کو تاریخ انسانی کا علمی وسائنسی دور کہا اور سمجھا جاتا ہے، الرازی اور ابن سینا اپنے وقت کے سب سے بڑے سائنس داں اور طبیب تھے اور ان کی کتاب "القانون فی الطب" علم طب پر ایک بنیادی کتاب ہے، بعد کے ادوار میں امت مسلمہ مغربی فلسفہ اور کلیسائی نظام سے متأثر ہو کر علم دینی اور علم دنیوی کی تقسیم کی قائل ہوگئی، جس سے معاشرہ زوال پذیر ہوا اور اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور اب تک اسے شکست وریخت ہی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

آج مدارس اسلامیہ میں جو نصاب تعلیم رائج ہے وہ یقیناً اپنے بنیادی مقاصد کو کسی حد تک پورا کر رہا ہے، مگر اس سے دینی تعلیم کا جو مقصد اصلی ہے، وہ مکمل طور پر حاصل نہیں ہو پا رہا ہے، اس کے بہت سے اسباب ہیں، اس کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ مدارس کا موجودہ نصاب تعلیم جامع ومکمل نہیں ہے، دینی لحاظ سے وہ مکمل ہے، مگر چونکہ دین کو دنیا میں رہ کر برتنا ہے، اس لیے دنیا سے واقفیت کے لیے دنیوی علوم بھی ضروری ہیں، معاشرہ وسوسائٹی میں ضرورت کے وقت کام آنے والے علوم کا فقدان ہے، جس کی وجہ سے آج مدارس کے فارغین اپنا فرض منصبی صحیح معنوں میں ادا نہیں کر پا رہے ہیں، یہ مدارس کا ایک بہت بڑا خلا ہے، جس کا مناسب طریقے سے پر کرنا ضروری ہے، اس

کے لیے ضروری ہے کہ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ موجودہ ترقی یافتہ دور میں سائنس، ٹکنالوجی، طب، ہندسہ، تاریخ، جغرافیہ، علم النفس، سیاسیات اقتصادیات ومعاشیات اور فلسفہ جدیدہ کو بھی نصاب تعلیم میں داخل کیا جائے، تاکہ مدارس سے فارغ ہونے والے علماء علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم سے بھی آراستہ ہوکر امت اسلامیہ کی قیادت کرسکیں اور داعیان اسلام اس ترقی یافتہ دور میں سائنس وٹکنالوجی کے ذریعہ معاصر قوموں کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کرسکیں اوراسلام ومسلمانوں پر ہر چہار جانب سے ہونے والے میڈیائی حملوں اور پروپیگنڈوں کا محکم اور مسکت جواب دے سکیں، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد مسلمانوں کو خط وکتابت سیکھنے کی ہدایت کی تھی، تاکہ دوسرے معاصر بادشاہوں کے پاس انہیں کی زبان میں خط وکتابت کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی جائے اور حسب ضرورت بعض صحابہ کرام کو عبرانی وسریانی زبان سیکھنے کی ترغیب دی تھی، حتی کہ وہ جنگی حکمت علمی جو ایران میں احول وکوائف کے پیش نظر رائج تھی، اس کو بھی غزوۂ خندق کے موقع پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے اختیار کرنے میں دریغ نہیں کیا اور بلا تکلف اس کو اختیار فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اسی نہج پر چلنے کی ترغیب دی اور ہمارے اکابر علماء نے ہر زمانے کے تقاضوں کے مطابق رائج الوقت علوم وفنون کو بھی حاصل کیا، جس کی بنا پر وہ دنیا کی تاریخ میں فلسفہ کے امام، تاریخ کے امام، فلکیات وعلم نجوم کے امام، سائنس کے امام، طب کے امام، ریاضی کے امام، عربی گرامر کے امام اور مختلف دینی ودنیوی علوم وفنون کے امام بن گئے، آج ہم ان کا نام تو لیتے ہیں، لیکن ان کی اتباع نہیں کرتے۔

مدارس اسلامیہ میں سائنسی علوم کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ العالی یوں رقمطراز ہیں:

''سائنس کے بارے میں عرض ہے کہ اس کو صرف ابتدائی اور متوسط درجات تک پڑھا دینا کافی نہیں ہے، ہمارے قدیم نصاب میں حکمت وفلسفہ کے نام سے سائنس پڑھائی جاتی تھی اور اس کا نتیجہ تھا کہ اس نصاب سے فارغ ہونے والے علماء طبعیات، ہیئت، طب اور ریاضیات وغیرہ کے ماہر ہوتے تھے، حکمت وفلسفہ کی الہیاتی بحثیں یقیناً فضول ہیں ان کی بعض اصطلاحات سے واقفیت کافی ہے، جو ہماری قدیم اور اہم کتب میں استعمال ہوئی ہیں؛ لیکن ان کے طبعیاتی، فلکیاتی، طبی اور ریاضیاتی مباحث کی اہمیت تھی اور ہے اور وہی مباحث زیادہ ترقی یافتہ، تجرباتی اور مشاہداتی شکل میں سائنس میں پڑھائے جاتے ہیں:

اس لیے پوری قوت سے عرض کرتا ہوں کہ مدارس میں سائنس کم از کم ہائی اسکول کے معیار تک ضروری ہے، پھر مدارس ہی میں آگے کی تعلیم کے لیے سائنس کا شعبہ ہونا چاہئے''۔ (ہمارا نصاب تعلیم کیا ہو؟ ۲۵۱)

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے کہ اسلام خود تحقیق وجستجو اور کائنات کے حقائق میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے، اسلام اور سائنس کے درمیان ہم آہنگی ہے، اسی لیے مسلمانوں نے سائنسی علوم کو بام عروج تک پہنچایا تھا اور تسخیر کائنات اور شمس وقمر کی گردش کا وہ حقیقی نظریہ پیش کیا تھا، کہ جس پر آج بھی سائنسدان حیران ہیں، لہٰذا ہمیں اسلام کی عزت ووقار کی سلامتی وبرتری قائم رکھنے کے لیے سائنسی علوم کی اشاعت اور حصول کا فریضہ انجام دینا ہوگا، کیونکہ ہمارا ایمان یہ ہے کہ سائنس جتنی ترقی کرے گی اور انسان کے اندر سائنسی علوم کا جس قدر اضافہ ہوگا اتنی ہی اسلام کی حقانیت واضح اور ارشاد خداوندی کی عملی تفسیر ہوتی چلی جائے گی۔

لہٰذا ہمارے لیے لازم ہے کہ زمانہ کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آفاقی اصول ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' پر لبیک کہیں اور میدان عمل میں کود کر اور سائنسی علوم کو اسلامی لباس سے مزین کرکے معاصر قوموں کے سامنے پیش کریں اور اس سے اسلام کی نشر واشاعت میں مدد لیں، یہ وقت کی آواز، زمانے کی ضرورت اور قرآن وحدیث کا بھی مطالبہ ہے کہ سائنسی وٹیکنالوجی کے دور سے نبرد آزما ہونے اور اس کے غلط وبیجا استعمال کو صحیح وتعمیری رخ پر ڈالنے کے لیے سائنسی علوم میں علماء کرام مہارت حاصل کریں، جس طرح امام غزالی نے کیا تھا۔ ﴿بقیہ صفحہ ۱۹ پر﴾

تجزیہ

حساب کا دن اور اس کے نام

حضرت مولانا محمد عمر مجاہد پوری

حکمت الٰہی اس بات کی مقتضی ہے کہ اس دنیا کے ماوراء ایک ایسی دنیا ہو جہاں انسانی اعمال کے نتائج سامنے آئیں، بھلائی کے بدلے بھلائی اور برائی کے بدلے برائی ملے، قرآن کریم نے اس دنیا کا نام یوم الآخرت رکھا ہے، قرآن کریم نے بتلایا ہے کہ وہاں کی زندگی انمٹ اور دائمی ہے، وہاں کی اقامت دائمی ہے، تمام آسمانی کتابوں میں اس زندگی کا ذکر کیا گیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ اس دن کی یاددہانی کے لیے جاری کیا گیا تاکہ انسان یہ نہ کہہ سکے کہ کوئی یاددہانی کے لیے آیا ہی نہیں، باری تعالی فرماتے ہیں کہ وہاں کی زندگی حیات جاودانی ہے "وَاِنَّ الدَّارَ الآخِرَۃَ لَهِیَ الْحَیَوَانِ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنْ" یقیناً آخرت کی زندگی جاودانی ہے کاش یہ لوگ جانتے۔ (سورہ عنکبوت آیت ۶۴)

آخرت کی زندگی اس قدر اہم ہے، قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے، کہیں اس کی ہولناکی کا ذکر کیا اور کہیں حساب کی جانچ پڑتال کا، انسان کو متنبہ کیا کہ دنیا کی زندگی پر نہ ریجھے؛ بلکہ دائمی زندگی کے لیے تیاری کرے اور کہیں فرمایا کہ اس دنیا میں تمہارے اعمال وافعال کا ایک ایک ریکارڈ رکھا جارہا ہے، اِس دنیا میں تم جو کچھ کروگے وہ اُس دنیا میں تمہارے سامنے آئے گا۔

"یَوْمَ تَجِدُ کُلُ نَفْسٍ مَاعَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُحْضَراً وَمَاعَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗ اَمَداً بَعِیْداً وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَؤفٌ بِالْعِبَادِ" (آل عمران آیت ۳۰) جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو بھی (اور) اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت (حائل) ہوتی اور خداتعالی تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالی نہایت مہربان ہے بندوں پر (ترجمہ حضرت تھانویؒ) آخرت کا عقیدہ ایمان کا اصل اصول ہے، یہی عقیدہ دنیا کے اندر اصلاح اور درستگی قائم کرسکتا ہے، اگر یہ عقیدہ مفقود ہوجائے تو انسانی زندگی میں فساد ہی فساد پیدا ہو جائے گا، خیر اور نیکی کا وجود بالکل گم اور معدوم ہوجائے گا، ضعیف اور ناتواں انسان کا جینا دوبھر ہوجائے گا، ہر جگہ، ہر مقام پر فساد، بغاوت، ظلم وزیادتی اور اخلاقی پستی کا دور دورہ ہوجائے گا، انسان کا نظام زندگی بالکل مفلوج ہوجائے گا جب کہ آج کل یورپ اور امریکہ وغیرہ فکر آخرت سے بے گانہ ہوجانے کے بعد تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں، اخلاقی پستی اور سماجی گراوٹ کا مشاہدہ ان ممالک میں کیا جاتا ہے۔

ایمان بالآخرت کے نتائج:

اکثر ذہنوں میں یہ سوالات ابھرتے ہیں کہ قرآن کریم نے آخرت کی زندگی پر اس قدر زور کیوں دیا ہے، آخر آخرت پر ایمان لانے کے نتائج کیا ہوں گے؟ وہاں کی نعمتیں محسوس بھی ہوں گی؟ کیا عذاب حقیقت میں ہوگا؟

ان سوالات کے جوابات یہ ہیں کہ یقیناً آخرت کی زندگی دائمی ہے، وہاں کی زندگی، حیات جاودانی ہے؛ کیونکہ قرآن کریم انھیں چیزوں کا تذکرہ کرتا ہے، جو شک وشبہ سے بالاتر ہیں اور عقل بھی اس بات کی متقاضی ہے، کہ ایک دنیا اس دنیا کے علاوہ ہونی چاہئے جہاں انسان کو اپنے کئے ہوئے کا بدلہ ملے، نیک کا انجام نیک ہونا چاہئے اور

برے کا برا، انسان اپنے ماحول کو دیکھتا ہے کہ حق و باطل آپس میں متصادم ہیں، کبھی برائی بھلائی پر، بدی خیر پر غالب ہوتی ہے، انسان اپنے کئے کا صلہ نہیں پاتا کہ دنیا سے چلا جاتا ہے، ظالم کیفر کردار کو نہیں پہونچتا کہ موت کے آغوش میں جا پہنچتا ہے، نیکوکار اپنے بہت سے کاموں کا بدلہ اس دنیا میں نہیں پاتے، فاسق فاجر بغیر کسی عدالت یا کچہری گئے ہوئے ابدی نیند سو جاتے ہیں، تو اب عدل و انصاف کا تقاضہ ہے کہ ہر شخص کو انصاف ملنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے ایک دن مقرر کر دیا ہے اسی کا نام آخرت کا دن ہے، جہاں ہر انسان اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ پائے گا، اس دن کی سلطنت، حکومت، عدالت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوگی "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" آج کے روز کس کی حکومت ہوگی؟ بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے۔

ہر انسان سے خطاب کر کے کہا جائے گا" اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْباً "(بنی اسرائیل آیت ۱۴)

اپنا نامہ اعمال (خود) پڑھ لے آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے، اس دن ہر انسان کے اعمال لکھے ہوں گے، کسی کا ذرہ برابر بھی عمل رائیگاں نہیں جائے گا "اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَاظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ" (سورۃ المومن آیت ۱۷) آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا، آج کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے، نیز میزان عمل رکھا ہوگا اعمال تولے جائیں گے، "وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئاً وَّاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ".(سورہ انبیاء آیت ۴۷)

اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلا ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو وہاں حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

قیامت کے نام: قیامت کا ذکر قرآن کریم میں مختلف ناموں سے کیا گیا ہے "یوم الدین، یوم الجزاء، یوم الفصل، یوم الحسرة، یوم الآزفة، یوم الجمع، یوم التغابن، یوم التلاق وغیرہ۔

یوم الدین: وَمَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ثُمَّ مَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ يَوْمَ لَاتَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئاً وَّالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (سورۃ انفطار)

اور تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا پھر بھی تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا، جس دن بھلا نہ کر سکے کوئی جی کسی جی کا کچھ بھی اور حکم اس دن اللہ ہی کا ہے (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

یوم الجزاء:" وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ " (سورۃ الجاثیہ آیت ۲۹/۲۸) اور اس دن آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے، کہ مارے خوف کے زانو کے بل گر پڑیں گے، ہر فرقہ اپنے نامہ اعمال (کے حساب) کی طرف بلایا جائے گا، آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا (اور کہا جائے گا) کہ یہ (نامہ اعمال) ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے اور ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے۔

یوم الفصل:"اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجاً"(پ ۳۰/ رکوع ۱)

بے شک دن فیصلے کا ہے، ایک وقت ٹھہرا ہوا جس دن پھونکی جائے گی صور پھر تم چلے آؤ گے غول کے غول (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اللہ تعالیٰ اس دن خلقتوں کے درمیان فیصلہ صادر فرمائے گا اس لیے اس دن کو یوم الفصل یعنی فیصلہ کا دن کہا گیا۔

یوم الحسرة: افسوس کا دن یعنی جن لوگوں نے دنیا میں اوامر الٰہی کی نافرمانی کی ہوگی کف افسوس ملیں گے، "وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ"۔ (پ ۱۶/ رکوع ۵)

اور آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب کہ (جنت و دوزخ) کا اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا، اور وہ لوگ (آج دنیا میں) غفلت میں ہیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یوم الآزفه: "وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِيْنَ مَالِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ(پ ۲۴/ ع ۷)
اور آپ ان لوگوں کو ایک قریب آنے والے مصیبت کے دن سے (کہ روز قیامت ہے) ڈرائیے جس وقت کلیجے منہ کو آ جاویں گے (اور غم سے) گھٹ گھٹ جاویں گے، اس روز ظالموں کا نہ کوئی ولی دوست ہوگا، اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جائے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

یوم الجمع: "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَارَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ" (پ ۲۵/ ع ۲) اور ہم نے اسی طرح آپ پر یہ قرآن عربی وحی کے ذریعہ سے نازل کیا ہے تا کہ آپ (سب سے پہلے) مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس ہیں ان کو ڈرائیں جس (کے آنے) میں ذرا شک نہیں ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ایک دوزخ میں۔

یوم التلاق: "يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَىْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِالْقَهَّارِ"(پ ۲۴/ ع ۶)
وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تا کہ وہ (صاحب وحی لوگوں کو) اجتماع کے دن (یعنی قیامت کے دن) سے ڈرائے جس دن سب لوگ (خدا کے) سامنے آ موجود ہوں گے، کہ ان کی بات خدا سے مخفی نہ رہے گی، آج کے روز کس کی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا اور غالب ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہؒ سے مروی ہے فرمایا کہ اس دن آسمان والے اور زمین والے سب ملیں گے، اور ظالم ومظلوم سب موجود ہوں گے، اولین وآخرین کا مجمع ہوگا سب کی ملاقات کا دن ہوگا، اسی لیے قیامت کا نام یوم التلاق رکھا گیا۔

یوم التغابن: "يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ" (پ ۲۸/ع ۱۴) جس دن تم کو اکٹھا کرے گا جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار جیت کا۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ) یعنی اس دن دوزخی ہاریں گے اور جنتی جیتیں گے۔

حساب فی الآخرۃ: قرآن کریم نے قیامت کی ہولنا کی کا جو نقشہ کھینچا ہے اتنا دلدوز اور لرزہ براندام کردینے والا ہے، کہ اس کے تصور سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، سوچیے "يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ"۔(پ ۳۰/ ع ۵)
جس دن کہ بھاگے گا مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی ساتھ والی سے اور اپنے بیٹوں سے، ہر مرد کو ان میں سے ایک فکر لگا ہوا ہے، جو اس کے لیے کافی ہے۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند) یعنی اس وقت ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی، احباب واقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے؛ بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے، یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے، ایک دوسرے سے بھاگے گا، جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے اور خدا کی وحدانیت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر ہیں ان کے لیے وہ دن یاس وحرمان وسختی کا دن ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ" (سورہ مدثر آیت ۱۰) پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا، سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی۔

حق تعالیٰ کو ماننے والوں کے لیے آسانی کا دن ہوگا، اس دن جب کہ سایہ کا نام ونشان نہ ہوگا عرش الٰہی کے سایہ میں پناہ گزیں ہوں گے، اور ان کو کسی قسم کی گھبراہٹ نہ ہوگی "لَايَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ "(سورۃ الحج آیت ۱۰۳)
ان کو بڑی گھبراہٹ (یعنی نفخہ ثانیہ سے زندہ ہونے کی) غم میں نہ ڈالیگی اور (قبر سے نکلتے ہی) فرشتے ان کا استقبال کریں گے (اور کہیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

قیامت کے ایام بہت بڑے ہوں گے، ارشاد باری ہے:"سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِلْكَافِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ

فَاصْبِرْ صَبْراً جَمِيْلًا اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْداً وَّنَرَاهُ قَرِيْباً"۔(سورۃ المعارج/۷)

ایک درخواست کرنے والا (براہ انکار) اس عذاب کی درخواست کرتا ہے، جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے اور جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں اور جو اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو کہ سیڑھیوں کا (یعنی آسمانوں کا) مالک ہے (جن سیڑھیوں سے) فرشتے اور اہل ایمان کی روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں (اور وہ عذاب) ایسے دن میں ہوگا جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سال کی (برابر) ہے، سو آپ (ان کی مخالفت پر) صبر جمیل کیجئے، یہ لوگ اس دن کو بعید دیکھ رہے ہیں اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یہ طویل گھڑیاں مومنین پر آسانی کے ساتھ بیت جائیں گی، حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم ایماندار آدمی کو وہ (اتنا) لمبا دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک فرض نماز ادا کر لیتا ہے۔

شبہات: ۱- یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک آیت میں تو ایک ہزار سال آیا ہے اور دوسری آیت میں پچاس ہزار سال؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جس آیت میں ایک ہزار سال کا ذکر ہے اس سے مراد آخرت کے ایام ہیں، یعنی فیصلہ ہو جانے پر اور بہشتیوں کے بہشت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں پہونچنے کے بعد، اور جس آیت میں ۵۰ر ہزار سال کا ذکر ہے اس میں حساب سے پہلے کا بیان ہے۔

۲- دوسرا شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں اتنی بڑی تعداد کا حساب کیوں کر ہو سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ رب العالمین جس طرح ایک ہی وقت میں سب کو رزق مہیا کرتا رہتا ہے، اسی طرح اس دن حساب وکتاب بھی کرے گا، غور کیجئے کہ انسان ہمارے زمانے میں مشینی آلات کے ذریعہ بیک وقت زیادہ تعداد میں حساب کر لیتا ہے، خدا تعالی انسانی قوت سے بہت زیادہ بلند وبالا تر ہے ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالی ان سب پر قادر ہے، وہ حساب لینے والوں میں سب سے زیادہ سریع ہے "اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ"۔

مومن وکافر کا حساب: قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس امر کو بیان کیا ہے کہ مومن کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دئے جائیں گے اور کافر کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں یا پشت کی جانب سے دئے جائیں گے، مومن کا حساب جلد اور آسانی سے چکتا کر دیا جائے گا اور منکرین ومنافقین کے لیے حساب کی گھڑیاں بہت ہی سخت اور پریشان کن ہونگی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے حساب وکتاب میں جرح کی گئی وہ ہلاک ہوا، میں نے عرض کیا، کیا اللہ تعالی نے نہیں فرمایا "فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا" آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ یہ صرف پیش کرنا ہے ورنہ کوئی فرد ایسا نہ ہوگا جس کا حساب لیا جائے، اور وہ عذاب میں مبتلا نہ ہو۔ (مسلم بخاری)

حساب یسیر کا مطلب یہ ہے کہ اعمال نامے مومن کے لیے صرف یاد دہانی کے لیے ہوں گے، بعد ازیں رحمت ربانی اور فضل غفاری کا ظہور ہوگا۔

رشتے ناتے: حساب کے دن چند مقامات ایسے ہوں گے جہاں انسان نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا، سوائے اپنے کسی کی فکر اس کو نہ ہوگی وہ صرف اپنی نجات کی فکر میں ہوگا وہ تین مقام ہیں: پل صراط، میزان، اعمال نامے تقسیم کا وقت۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز جہنم کو یاد کر کے میں رونے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے، اے عائشہ! کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کو یاد کر کے رو رہی ہوں، کیا وہاں کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ تین مواقع ایسے آئیں گے جہاں کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا، ایک موقع تو وہ ہوگا جب اعمال نامے تقسیم ہوں گے، دوسرا پل صراط، تیسرا میزان۔

اے اللہ! ہم سب پر کرم فرما کر بغیر حساب وکتاب کے جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام نصیب فرما اور اپنی ملاقات اچھی بنا، دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچا، بے شک تو ہی دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

يارب صل و سلم دائما ابدا　علی حبيبك خير الخلق كلهم

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

مولانا محمد نظام الدین ندوی استاذ مرکز احیاء الفکر الاسلامی

نام کتاب: جانے پہچانے لوگ

نام مصنف: مولانا نسیم اختر شاہ قیصر

صفحات: ۱۲۰/ قیمت: درج نہیں

ناشر: ازہر اکیڈمی شاہ منزل محلّہ خانقاہ دیوبند

یہ سبھی جانتے ہیں کہ خاکہ نگاری ایک اہم اور ذمہ داری کا فن ہے، اسی لیے خاکہ نگاری کو بہت سے لوگوں نے اپنے تحریری ذوق کا حصہ بنایا ہے؛ لیکن اس فن کے تعلق سے زیرنظر کتاب ایک ایسے قلم کار کی کاوش کا انمول نمونہ ہے، جو خاکہ نگاری کے میدان میں اپنی ایک شناخت اور مقام رکھتے ہیں، ان کی تحریر کا ایک ایسا انوکھا انداز اور البیلی اسلوب ہے، جو قاری کو متأثر کرتا ہے، انہوں نے اپنی اس کتاب میں ایسی بیس ممتاز شخصیات کی خاکہ نگاری کی ہے جن کی خوبیوں کے وہ مداح ہوئے یا جن کی خصوصیات و امتیازات نے ان کو متأثر کیا، یہی وجہ ہے کہ اس مجموعہ میں مختلف میدانوں کے لوگ نظر آتے ہیں، اس میں ایسے بھی ہیں جو بہت پہلے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، ایسے بھی ہیں جو ابھی تک نہ صرف باحیات ہے، بلکہ ان کا علمی و دعوتی سفر جاری ہے اور ایسے بھی ہیں جو شعر و سخن کے میدان میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں، مجموعی طور پر یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک ایسا مجموعہ ہے جو بہت سے لوگوں سے غائبانہ ملاقات کرا دیتی ہے، امید کی جانی چاہئے کہ موصوف کی یہ کتاب علمی و ادبی حلقے میں پزیرائی حاصل کرے گی۔

نام کتاب: اسلامی نکاح ایک مطالعہ

نام مصنف: سید کمال اللہ بختیاری ندوی

صفحات: ۱۱۶/ قیمت: درج نہیں

زیراہتمام: آزاد ایجوکیشنل ٹرسٹ پریمیٹ چینائی

زیرنظر کتاب شادی بیاہ سے متعلق اسلامی قانون کا ایسا گلدستہ ہے جس میں مصنف نے دلائل اور مستند حوالوں کی روشنی میں بڑے سلیقے اور خوبصورتی کے ساتھ نکاح کے مسائل اور ان کے متعلق شرعی احکامات کو یکجا کر دیا ہے، جس سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے والوں کو خاصی رہنمائی ملے گی، کتاب میں مؤقر علماء کے قیمتی تأثرات بھی شامل ہیں، جو کتاب کی اہمیت کو دوبالا کر دیتے ہیں۔

نام کتاب: مطالعہ کیوں اور کیسے؟

نام مصنف: مولانا رحمت اللہ نیپالی ندوی

صفحات: ۱۰۴/ قیمت: درج نہیں

ناشر: دارالکتاب دیوبند، سہارنپور

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ مطالعہ علم کی ترقی اور پختگی میں نمایاں رول ادا کرتا ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ مطالعہ اصول اور ضابطے کی روشنی میں کیا جائے، زیرنظر کتاب میں مولانا رحمت اللہ نے مطالعہ کے تعلق سے کچھ ایسے ہی اصول وضوابط بیان کیئے ہیں جو مطالعہ کرنے والوں کے لیے ضروری ہوا کرتے ہیں مثلاً: کتاب کے انتخاب میں غور و فکر، اچھے لوگوں کی مکمل رہنمائی، صحیح وقت کا انتخاب وغیرہ، غرضیکہ موضوع کے تعلق سے انہوں نے جس انداز سے گفتگو کی ہے اس کے مطابق مطالعہ کتب کرنے سے ذہن و علم کی پختگی میں اچھی کامیابی مل سکتی ہے۔

نام کتاب: مطالعہ سیرت اور ختم نبوت (تحقیق کی روشنی میں)

نام مصنف: سید کمال اللہ بختیاری ندوی

صفحات: ۱۶۴/ قیمت: ۱۵۰/روپئے

زیراہتمام: آزاد ایجوکیشنل ٹرسٹ پریمیٹ چینائی

مطالعہ سیرت اور ختم نبوت نامی یہ کتاب تحقیقی ذوق کا ایک انمول نمونہ ہے اس کے اندر صاحب کتاب نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے نمایاں پہلوؤں کو بڑے نرالے انداز میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ختم نبوت کے موضوع پر بھی سیر حاصل گفتگو کی ہے اور عقیدۂ ختم نبوت کی دعوت پر زور دینے کی طرف توجہ دلائی ہے، قابل توجہ بات یہ ہے کہ انھوں نے دعوت کے طریقے کو صرف اپنے تجربات کی روشنی میں ہی پیش نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے لیے بہتر طریقے کی تلاش کی غرض سے ہندوستان کے مشاہیر علماء مثلاً: حضرت مدنیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مولانا علی میاںؒ، حضرت شیخ زکریا، حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی تحریریں پیش کی ہیں، جس سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور ختم نبوت کے بارے میں خاصی معلومات سامنے آتی ہیں اور دعوت دین کے مؤثر طریقے سمجھ میں آ جاتے ہیں، مجموعی طور پر یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

پہلا ڈنمارکی ترجمہ قرآن مجید

ڈنمارک-ایک ڈنمارکی غیر مسلم خاتون ''ایلن وولف'' نے قرآن کریم کا ڈنمارکی زبان میں ترجمہ کیا ہے، اس خاتون نے عربی زبان میں ڈاکٹریٹ کی سند لے رکھی ہے، قرآن کا یہ ڈنمارکی ترجمہ ۵۴۴ر صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں عربی متن شامل نہیں ہے۔

۱۲ر نومبر کو کوپن ہیگن یونیورسٹی نے ''فولیٹ فنڈ کوسنسٹن'' نام کے ناشر کے تعاون سے اس ترجمے کے اجرا کی تقریب منعقد کی، اس تقریب رسم اجراء میں مجلس اسلامی ڈنمارک کے صدر کے علاوہ مختلف اداروں، جماعتوں اور اکیڈمیوں کے ذمہ داران اور ڈنمارک کے معزز افراد نے شرکت کی، کچھ مستشرقین بھی اس پروگرام میں آئے تھے، ترجمہ قرآن میں عربی متن کو شامل نہ کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے ایلن وولف نے کہا کہ اس کی کم ضخامت قارئین کو زیادہ متوجہ کرسکے گی، اور قاری دو زبانوں کے درمیان الجھے گا نہیں جب کہ ان میں سے ایک زبان (عربی) سے وہ بالکل ہی ناواقف بھی ہے، ایلن کا کہنا ہے کہ ترجمہ کرنے میں اسے بہت محنت کرنی پڑی اور اس کام کو مکمل کرنے میں اسے تین سال کا عرصہ لگا، لیکن یہ کام کرنے کا ارادہ اس کے پچیس برس قبل ہی سے تھا۔

علماء کرام کے ایک وفد کی مرکز میں تشریف آوری

مظفرآباد-۱۸ر دسمبر ۲۰۰۶ء بروز پیر بوقت دوپہر مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کے ناظم حضرت مولانا محمد عباس صاحب مظاہری کی قیادت میں علماء کرام کے ایک وفد کی مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں تشریف آوری ہوئی، جس میں مولانا محمد عرفان مظاہری اور مولانا دلشاد شریک تھے، اس موقعہ پر اس وفد نے مرکز کے تحت چلنے والے ادارے جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات کا معائنہ کرنے کے بعد یہاں کے نظام تربیت اور حسن انتظام کو سراہا اور ادارہ کی ترقی کے لیے دعائیں دیں۔

سچر کمیٹی کی رپورٹ کا جائزہ

چنئی-تملناڈو کے وزیر اعلی ایم کرونا ندھی نے ملک میں مسلمانوں کے سماجی، اقتصادی اور تعلیمی حالات کے سلسلہ میں سچر کمیٹی رپورٹ اور سفارشات کا خیر مقدم کیا ہے، انہوں نے کہا کہ سچر کمیٹی کی بعض سفارشات مثلاً تعلیم اور روزگار میں مسلمانوں کے لیے ریزرویشن، یکساں مواقع سے متعلق کمیشن کے قیام اور سیاست میں مسلمانوں کی نمائندگی میں اضافہ کے اقدامات کو فوراً نافذ کیا جانا چاہئے، دریں اثناء فروغ انسانی وسائل کے مرکزی وزیر ارجن سنگھ نے سچر کمیٹی کی رپورٹ کا جائزہ لینے اور ایک منصوبۂ عمل تیار کرنے کے لیے فروغ انسانی وسائل کے وزیر مملک ایم، اے، اے فاطمی کی سربراہی میں ایک ۱۳ر رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے، اس کمیٹی کو ۳۱ر جنوری تک اپنی رپورٹ پیش کرنے کو کہا گیا ہے۔

مرکز میں عیدالاضحیٰ کی تعطیل

مظفرآباد-مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے تحت چلنے والے دونوں اداروں ''جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ'' اور ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' میں ۷ر ذی الحجہ سے ۱۴ر ذی الحجہ تک عیدالاضحیٰ کی تعطیل رہے گی، مرکز کے ناظم اور جامعہ فاطمۃ الزہراء مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے کہا کہ ان دنوں مرکز کے تمام شعبہ جات بند رہیں گے، سابقہ سالوں کی طرح امسال بھی ایک ہفتہ کی چھٹی کا اعلان کیا ہے، واضح رہے کہ ۱۵ر ذی الحجہ سے یہ دونوں ادارے پھر سے کھل جائیں گے۔

نیز مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں حسب سابق ''خروف'' کی قربانی کا نظم کیا گیا ہے۔

//////☆☆☆☆//////